ماہنامہ

دخترانِ اسلام

لاہور

اپریل 2019ء

رحمتِ خداوندی اللہ کے غضب پر حاوی رہتی ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما

فصاحت و بلاغت اور معاملہ فہمی آپ کو وراثت میں ملی

علامہ اقبالؒ! عصرِ حاضر کے تہذیب شناس

اعضاء کی خرید و فروخت ممنوع ہے

مفتی عبدالقیوم ہزاروی

منہاج القرآن ویمن کے زیر اہتمام بسلسلہ قائد ڈے تقریب کا انعقاد

منہاج یونیورسٹی لاہور میں منعقدہ قائد ڈے تقریب 2019ء

منہاج القرآن ویمن لیگ گوجرانوالہ کے زیر اہتمام کتاب میلہ

قائد ڈے تقریب (منہاج گرلز کالج، لاہور)

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 26 شمارہ: 4 / شعبان ۱۴۴۰ھ / اپریل 2019ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ اقبال، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، ہادیہ خان، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سمیعہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام ـــــ فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرست

اداریہ

(خاندانی نظام، حقوق وفرائض کا تصور اور خواتین) 4

فکرِ شیخ الاسلام 5

رحمتِ خداوندی اللہ کے غضب پر حاوی رہتی ہے — مرتبہ: نازیہ عبدالستار

عنوان	مصنف	صفحہ
علامہ اقبالؒ! عصرِ حاضر کے تہذیب شناس	جویریہ حسن	9
مقامات اور احوالِ صوفیاء	جویریہ ابراہیم	14
سیدنا عمر بن خطابؓ کی عظمت کے بیگانے بھی معترف تھے	ام حبیبہ رضا	17
ام المومنین حضرت حفصہ بن عمر رضی اللہ عنہا	ساجدہ کوثر نعیمی	20
فقہ النساء: اعضا کی خرید و فروخت ممنوع ہے	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	23
آپ کی صحت: ذیابیطس کا علاج غذا اور ورزش ہے	وشاء وحید	25
منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں	رپورٹ	27
Declining culture of book reading and need for its restitution	Jaweria Waheed	32

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ -/35 روپے
سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

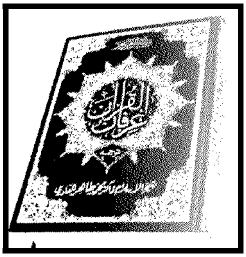

﴿فرمان الٰہی﴾

الٓمّٓ. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ج فِیْهِ ج هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ. وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ج وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ. اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ق وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

(البقرہ، ۲: ۱ تا ۵)

’’الف لام میم (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں)۔ (یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، (یہ) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز کو (تمام حقوق کے ساتھ) قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے (ہماری راہ) میں خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا (سب) پر ایمان لاتے ہیں، اور وہ آخرت پر بھی (کامل) یقین رکھتے ہیں۔ وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی حقیقی کامیابی پانے والے ہیں‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

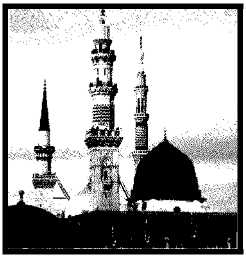

﴿فرمان نبوی ﷺ﴾

عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ نَبِيِّكُمْ ﷺ إِلَّا سَمِعْتُهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي خَطَايَايَ وَذُنُوْبِي كُلَّهَا، اَللّٰهُمَّ وَأَنْعِشْنِي وَاجْبُرْنِي وَاهْدِنِي لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ وَالْأَخْلَاقِ، إِنَّهُ لَا يَهْدِي لِصَالِحِهَا، وَلَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي مُعَاجِمِهِ الثَّلَاثَةِ وَالْحَاكِمُ.

والطبراني في الكبير عن أبي أمامة رضی اللہ عنہ ولفظه: قَالَ سَمِعْتُهُ ﷺ يَقُوْلُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي خَطَايَايَ وَذُنُوْبِي...... فذكر الدعاء المذكور هنا.

’’حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی تو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو میں آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنتا: اے میرے اللہ! میری تمام خطائیں اور گناہ بخش دے، اے میرے اللہ! مجھے (اپنی عبادت و اطاعت کے لئے) ہشاش بشاش رکھ اور مجھے اپنی آزمائش سے محفوظ رکھ اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی رہنمائی عطا فرما، بیشک نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دیتا اور بُرے اعمال اور اخلاق سے تیرے سوا کوئی نہیں بچاتا‘‘۔

(المنہاج السوی، ص ۳۴۵)

خواب

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
(کلیاتِ اقبال، بانگِ درا، ص:۳۵۴)

تعبیر

آپ مستقبل کے معمار قوم ہیں۔ اپنی شخصیت میں نظم و ضبط پیدا کیجئے۔ مناسب تعلیم اور مناسب تربیت حاصل کیجئے۔ اگر ہمیں حقیقی تیز رفتار اور نتیجہ خیز ترقی کرنی ہے تو تعلیم کے مسئلے پر خصوصی توجہ دینی چاہئے جو ہماری تاریخ اور ثقافت سے ہم آہنگ ہو جو دنیا بھر میں ہونے والی وسیع ترقیوں اور جدید تقاضوں کے مطابق ہو۔

(کل پاکستان تعلیمی کانفرنس، کراچی 27 نومبر، 1947)

تکمیل

احسان ایک روحانی حالت اور باطنی کیفیت کا نام ہے کہ جب تو عبادت کرے تو یوں لگے کہ تو اس کا جلوہ کر رہا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس کیفیت کو کیسے پایا جائے تا کہ اس کا جلوہ نصیب ہو جائے؟ اس کا جواب حدیث مبارکہ کے روحانی معنی میں پنہاں ہے کہ اگر کان کو ناقصہ کی بجائے کان تامہ کہا جائے تو یہ جواب بنتا ہے کہ فان لم تکن۔ ''اگر تو نہ رہے'' یعنی جب تو خود درمیان سے اپنے وجود کو نکال دے گا تو اس کو دیکھ لے گا اس کو دیکھنے میں رکاوٹ تیرا وجود ہے وہ تو بے نقاب ہے۔ تیرا وجود اور تیرا نفس خود پردہ بن کر اس کے مشاہدے کے درمیان حائل ہے جب تو اپنے وجود کو فنا کر دے گا تو اس کے جلوے کا نظارہ کرے گا۔

(خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری: بعنوان حضور نبی اکرم ﷺ کے جملہ لطائف اور ظاہر و باطن کی معراج)

اداریہ

خاندانی نظام، حقوق و فرائض کا تصور اور خواتین

کسی بھی معاشرے کے استحکام کے لیے خاندانی نظام اہم کردار کا حامل ہوتا ہے ۔ مرد اور عورت خاندانی نظام کے وہ بنیادی کردار ہیں جن سے معاشرہ پروان چڑھتا ہے۔ اسلام وہ دین ہے جس نے خاندانی نظام کے لئے باقاعدہ اصول وضوابط متعین کئے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "تمہارے اوپر تمہاری عورتوں کے کچھ حقوق ہیں اسی طرح ان تمہارے حقوق واجب ہیں" مزید فرمایا کہ عورتوں کے حقوق کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ یعنی حضور اکرم ﷺ نے انسانی حقوق کا ایسا نظام عطا کیا جہاں حقوق وفرائض میں باہمی تعلق وتناسب پایا جاتا ہے۔ کوئی فرد چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو بغیر اپنے فرائض پورے کئے حقوق کا مطالبہ نہیں کرسکتا لہذا کوئی بھی فرد معاشرہ اس وقت تک اپنے حقوق کے لئے آواز بلند نہیں کر سکتا جب تک وہ اپنے فرائض ادا نہ کر چکا ہو۔ یہ اسلام کا وہ بنیادی تصور ہے جس پر خاندانی نظام کی بنیاد ہے ۔ حقوق کا تصور چودہ سو سال قبل خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر کیا جا چکا ہے یہ تصور اتنا جامع ہے کہ قیامت تک کسی تغیر تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ اس کے برعکس مغرب میں حقوق کی یہ آواز اٹھارویں صدی میں بلند ہوئی تھی اسکے بعد مغرب نے تہذیبی وتمدنی طور پر جو ترقی کی اسکے نتیجے میں جو معاشرتی تبدیلی رونما ہوئی اس نے مغرب کے خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر دیا ہے یہی تغیر اب ہمارے معاشرے میں بھی تیزی سے رونما ہورہا ہے جسکے نتیجے میں ہمارا خاندانی نظام زوال پذیر ہو رہا ہے ۔ اس کی مثال موجودہ معاشرے میں بڑھتا ہوا طلاق اور خلع کا رجحان ہے۔ جس کی بڑی وجہ Feminist سوچ کی حامل N.G.O's کا خواتین میں بڑھتا ہوا اثر ورسوخ بھی ہے جنکا بنیادی ہدف مسلمان عورت ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں عورت کے حوالے سے استحصالی سوچ موجود ہے اور اسلام کے عطا کردہ بنیادی حقوق سے عورت آج بھی کماحقہ فائدہ حاصل نہیں کررہی ہے مگر اس کا حل بھی عورت کو دیا گیا ہے کہ اس کے حقوق پورے نہ کئے جارہے ہوں تو وہ قانونی طریقے سے ادائیگی کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ حالیہ 8 مارچ یوم خواتین کے عالمی دن کے موقع پر بعض ''نامعلوم'' خواتین کی طرف سے جس طرز کے پوسٹرز لہرائے گئے انہیں پڑھی لکھی خواتین اور سیاسی، سماجی حلقوں نے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ وہ خاتون جس کی گود نسلوں کی امانت دار ہے اور جو بچے کی پہلی تعلیمی، تربیتی درسگاہ ہے، اگر اسے اس انداز سے سوسائٹی کے سامنے پیش کیا جائیگا تو یہ اس کے وقار کو کم کرنے کی شعوری کوشش ہوگی، سوسائٹی کے اندر پائی جانے والی بے چینی کو محسوس کرتے ہوئے منہاج القرآن ویمن لیگ نے پریس کلب لاہور کے باہر Women Dignity March کیا اور پاکستان سمیت دنیا بھر کی خواتین کو یہ پیغام دیا کہ عورت باوقار ہے، وہ صبر وتحمل اور شرم وحیاء کا پیکر ہے، حجاب اور چادر اس کا تحفظ ہے، عورت کو وہ حقوق چاہئیں جو اسلام نے دیئے، آئین پاکستان نے دیئے اور جو بین الاقوامی قوانین سے ملتے ہیں، ہر ملک، معاشرے کے اپنے تہذیبی، تمدنی معیار ہوتے ہیں، وہ معاشرہ انہی اخلاقی اقدار اور معیار کیساتھ آگے بڑھتا اور مضبوط ہوتا ہے، پاکستانی معاشرے کا پہلا یونٹ فرد نہیں خاندان ہے، اسی خاندانی نظام نے معاشرتی، سیاسی، سماجی اقدار کو سنبھالا دے رکھا ہے اور خاندان کی اخلاقی معلم خاتون ہے، اگر ہم نے اس معلم اور معاشرے کے بنیادی یونٹ خاندان کا تحفظ یقینی نہ بنایا تو مستقبل میں قومی سطح پر لاتعداد مسائل اور بحران جنم لیں گے ،خاتون کی تعلیم وتربیت کو عصری تقاضوں کے مطابق یقینی بنانا خاندان کی بھی ذمہ داری ہے، سول سوسائٹی کی بھی ذمہ داری ہے اور ریاست کی بھی ذمہ داری ہے، ایک پڑھی لکھی تربیت یافتہ اور اپنے حقوق وفرائض سے آگاہ ماں اپنی ذمہ داریاں کما حقہ ہو پورا کرنے کے قابل ہو سکے گی۔

(ایڈیٹر دختران اسلام)

توبہ و استغفار.... فکرِ شیخ الاسلام

رحمتِ خداوندی اللہ کے غضب پر حاوی رہتی ہے

اللہ کی بخشش و رحمت بندے کی توبہ کی منتظر رہتی ہے

خصوصی خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ. (الدخان، ۴۴:۳)

”بے شک ہم نے اسے ایک با برکت رات میں اتارا ہے“۔

پندرہویں شعبان المعظم کی رات کو خود اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں لیلۃ مبارکہ فرمایا ہے۔ اس رات میں چند گھڑیاں اللہ جل مجدہ کے ذکر کے لیے جاگنا، ذکر کرنا، تسبیح کرنا عبادت کرنا اور اس کی بارگاہ میں استغفار کرنا، اللہ کی خاص عنایت ہے، جب بھی استغفار کیا جائے تو یہ تصور دل میں رکھا جائے کہ میں سراپا گناہ ہوں اور سامنے اُس کے کرم اور جود وسخا کی بارگاہ ہے۔ معافی مانگنا ایک نعمت ہے اللہ اس سے پاک ہے بلکہ اس کے خزانے میں معافی دینا ہے۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کو تلقین کی کہ بندو لوگوں کو معاف کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں معافی کو پسند فرماتا ہوں۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے ایک روز حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ اگر میں لیلۃ القدر میں وہ خاص گھڑی پاؤں تو کیا دعا کروں، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ اگر مقبولیت کی گھڑی مل جائے تو یہ دعا کیا کرو:

اللھم انک تحب العفوا فاعف عنی.

(ترمذی، السنن)

”اے اللہ! بے شک تو معافی کو پسند فرماتا ہے پس مجھ سے درگزر فرما“۔

اللہ رب العزت کی ذات عدل کرنے والی ہے مگر عدل سے زیادہ معاف کرنے والی ہے۔ عدل کا تقاضا ہے کہ اگر بندہ سزا کا حقدار ہے تو اسے سزا دی جائے اگر جزا کا حقدار ہے تو جزا دی جائے مگر اللہ کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے اسی لیے جب بندہ عرض کرتا ہے اے اللہ! تو مولا پوچھتا ہے میرے بندے بول کیسے آیا ہے؟ کیا مانگتا ہے؟ کیا چاہتا ہے تو بندہ فوراً اپنا سوال بیان نہیں کرتا یہاں حضور نبی اکرم ﷺ نے دعا کے آداب سکھائے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہؓ اپنی حاجت پیش کرنے سے پہلے اللہ سے ایک دو باتیں ایسی کرلیا کرو کہ جس سے اللہ کی رحمت جوش میں آجائے پس کہو: ”تو معاف کرنے کے عمل سے محبت کرتا ہے۔ اے میرے مولا! مجھے معاف فرمادے“۔

اس دعا میں کسی ایک گناہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ بندہ تو لغزشوں کا پیکر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ قبولیت کی رات اس سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں ہے۔ اگر بندہ سچے دل سے

اللہ کی بارگاہ میں معافی مانگے گا تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔ سورۃ آل عمران میں ہے:

يٰۤـاَيُّهَا الَّـذِيۡنَ اٰمَـنُوۡا لَا تَـاۡكُـلُوا الرِّبٰٓوا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ. (آل عمران،۳: ۱۳۰)

’’اے ایمان والو! دو گنا اور چوگنا کر کے سود مت کھایا کرو، اور اللہ سے ڈرا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ‘‘۔

فرمایا واتقوا اللہ۔ اللہ سے ڈرا کرو لعلکم تفلحون تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ اس آیت میں ایک نکتہ قابل توجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہماری فکر ہے لہذا اس نے فرمایا سود کھانا حرام ہے اور یہ میری ناراضگی، میرے غضب کو دعوت دینے اور میرے خلاف اعلان جنگ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ مزید فرمایا:

واتقوا النار اے میرے بندو! دوزخ سے ڈرو اور بچو۔ یہ وہ آگ ہے جس سے بچنے کی دعائیں انبیاء علیہ السلام بھی مانگتے تھے۔ انسان کو کیا خبر کہ اس کے کس عمل پر اور کس گناہ پر گرفت ہو جائے اور وہ دوزخ کی آگ میں پھینک دیا جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ جن کو پانچواں خلیفہ راشد بھی کہتے ہیں ان کا گھر خشیت الٰہی میں آہ و بکا کے حوالے سے مشہور تھا۔ سارے شہر کے لوگ جن کے دلوں میں خوف الٰہی ہوتا عشاء کی نماز کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے گھر میں جمع ہوتے پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اور اس وقت کے تابعین اور تبع تابعین اولیاء، کبار، صلحاء، متقین اتنا زارو قطار روتے کہ یوں لگتا ہے کہ جیسے اس گھر میں اچانک کوئی موت واقع ہوگئی ہے۔

عصرِ حاضر میں انسان دنیا میں یوں گم ہوگیا ہے کہ آخرت کی فکر نہیں رہی۔ لہذا ہمیں اپنے اندر کے غافل انسان کو جگانا چاہئے کہ کب آخرت کی تیاری شروع کرے گا؟

اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے پیار فرماتا ہے۔ یہ سب تقویٰ کی باتیں ہیں اور تقویٰ سے ولایت شروع ہوتی ہے

اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ. (آل عمران،۳:۱۳۱)

’’اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے‘‘۔

پھر آگ سے بچنے کا طریقہ بھی خود بتا دیا فرمایا: وَ اَطِيۡـعُـوا اللّٰهَ وَالـرَّسُـوۡلَ لَـعَـلَّـكُـمۡ تُـرۡحَـمُـوۡنَ. (آل عمران،۳: ۱۳۲)

اگر دوزخ کی آگ سے بچنا چاہتے ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کا حکم مانا کرو۔

اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرکے دوزخ کی آگ سے بچا نہیں جا سکتا۔ اللہ کو ہمارے اوپر رحم کی کتنی فکر ہے جب رحم فرمانے والا خود ہمارے اوپر رحم کی فکر کرے تو اس سے بڑھ کر انسان کی کیا خوش قسمتی ہوگی؟ تو پھر وہ لوگ کتنے بدبخت، بدنصیب اور نادان ہیں کہ خدا اُن پر رحم کی فکر بھی کر رہا ہے لیکن بندے پھر بھی اپنے آپ کو قابل رحم نہ بنا سکیں۔ اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَسَارِعُوۡۤا اِلٰى مَغۡفِرَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ ۙ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡنَ. (آل عمران،۳:۱۳۳)

’’اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف تیزی سے بڑھو جس کی وسعت میں سب آسمان اور زمین آجاتے ہیں، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے‘‘۔

اللہ کی بخشش و رحمت منتظر رہتی ہے کہ بندہ اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور اللہ تعالیٰ اسے معاف کردے۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عَرۡضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡض.

وہ جنت جس کی چوڑائی میں زمین و آسمان ساری کائنات کی چوڑائی آجائے اور یہ جنت اللہ تعالیٰ نے متقین کے

اولیاء کا ترکِ دنیا یہ ہے کہ پورے طور پر دنیا میں رہے لیکن دنیا کو دل میں نہ آنے دے۔ بس یہ مقام اگر اخلاص اور استقامت کے ساتھ پالیا جائے تو اس کو فقر کہتے ہیں

لیے تیار کر رکھی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ متقین کون ہیں؟ اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمادیا:

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. (آل عمران، ۳:۱۳۴)

”یہ وہ لوگ ہیں جو فراخی اور تنگی (دونوں حالتوں) میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے“۔

دوسری ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا. (فرقان، ۲۵:۶۳)

”اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں“۔

درشت گوئی، تہمتیں لگانے اور زیادتیاں کرنے والوں سے متعلق اللہ پاک نے فرمایا جب تم ان سے مخاطب ہوا کرو تو ان پر سلام بھیج کر ایک طرف ہوجاؤ۔ کسی کے ظلم سے اور بری صحبت سے لاتعلق ہونے کی اجازت ہے مگر دل میں اس کے خلاف کدورت، رنج، انتقام، غصہ، بغض اور عناد رکھنے کی اجازت نہیں۔ حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے فرمایا:

”مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا“۔

مثلاً کسی رشتہ دار، عزیز، دوست نے ایک شخص کو نقصان پہنچایا اب وہ اس کی سرشت، فطرت، طبیعت اور مزاج کو سمجھ گیا ہے۔ اگر وہ مومن ہے تو دوبارہ ڈسنے کا موقع نہ دے اس سے الگ ہوجائے مگر اس کے ظلم و زیادتی سے جو ایک رنج پیدا ہوا ہے اس سے انتقام نہ لے بلکہ غصہ کو پی جائے کیونکہ غصے کو پی جانا ہی تقویٰ ہے۔

معاف کرنے سے اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے اس کے بعد اللہ رب العزت نے فرمایا اللہ پاک احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ یہ صورت اکثر رشتہ داروں میں پیش آتی ہے اور تقویٰ سے ولایت شروع ہوتی ہے۔ فرمایا:

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ. (الانفال، ۸:۳۴)

”بے شک اللہ کے ولی تو صرف وہی لوگ ہیں جو متقی ہیں“۔

جبکہ ہم سمجھتے ہیں کہ خاص قسم کا لباس، خاص قسم کی رہائش اور خوراک لینے میں ولایت ہے۔ حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کا فرمان ہے: فقیری اس چیز کا نام نہیں کہ اچھا لباس اتار کر لنگوٹا کس لیا جائے، کھانے پینے، پہننے اور رہن سہن میں ایک خاص وضع بنالے، اس کا ولایت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اولیاء کا ترک دنیا یہ ہے کہ پورے طور پر دنیا میں رہے لیکن دنیا کو دل میں نہ آنے دے۔ بس یہ مقام اگر اخلاص اور استقامت کے ساتھ پالیا جائے تو اس کو فقر کہتے ہیں اور من کے اندر یہ انقلاب لانا ہے کہ زندگی حرام سے پاک ہوجائے۔ حضور ﷺ کی شریعت کی اتباع، سنت کی پیروی کا نور اور رنگ چڑھ جائے۔

بقول علامہ اقبال

؎ کافر کو یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان گم اس میں ہیں آفاق

کافر کی پہچان یہ ہے کہ دنیا کے پیچھے لگا ہوا ہے

معافی مانگنے سے بہتر اللہ کو منانے کا کوئی طریقہ نہیں ہے

جبکہ دنیا مومن کے پیچھے ہوتی ہے۔ ایک مقام پر فرمایا:

ے نہ تو زمین کے لیے ہے نہ آسمان کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

اے بندے جہانِ دنیا کی آسائشوں سے نفع اٹھا مگر دنیا کا پجاری نہ بن۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ .

''اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں''۔ (آل عمران،۳:۱۳۵)

اس سے معلوم ہوا یہ ضروری نہیں کہ اللہ کے بندوں سے گناہ نہیں ہوتا۔ متقی سے بھی گناہ ہوسکتا ہے۔ جس سے گناہ نہیں ہوسکتا وہ نبی کی ذات ہے یا فرشتے۔ نبی سے اس لیے گناہ نہیں ہوسکتا کہ نبی کو اللہ نے گناہ سے معصوم کردیا ہے اور فرشتوں میں گناہ کی طاقت ہی نہیں رکھی۔ انبیاء کے بعد صحابہ کرامؓ سے لے کر تابعین، تبع تابعین، اولیاء، غوث، قطب، ابدال، نقباء، شہداء، صالحین، مومنین ومتقین جتنے طبقات ہیں ان سب سے گناہ ہوسکتا ہے۔ متقی اور فاسق میں فرق یہ ہے فاسق گناہ کرتا ہے تو کرتا چلا جاتا ہے۔ گناہ کو اپنا معمول بنالیتا ہے جبکہ متقی سے گناہ ہوجائے تو اس کے مزے میں آگے نہیں چلتا جاتا اگر کوئی غلطی کر بیٹھے تو اللہ فوراً یاد آجاتا ہے وہ فوراً اس کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ ''مولا میں تیری نافرمانی کر بیٹھا'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے مایوس نہ ہونا میں معاف نہیں کروں گا تو میرے علاوہ کون ہے معاف کرنے والا۔

یہ لوگ اللہ کے حضور استغفار کرتے اور معافی مانگ کر اللہ کو مناتے ہیں۔ معافی مانگنے سے بہتر اللہ کو منانے کا کوئی طریقہ نہیں ہے مزید یہ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، غصہ کو پی جاتے ہیں۔

اللہ کی رحمت درج ذیل کاموں سے جوش میں آتی ہے۔

۱۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے جو جتنا زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا اللہ کی رحمت اتنی زیادہ جوش میں آئے گی۔

۲۔ دوسرا عمل جو اللہ کی رحمت کو جوش میں لانے کا وہ غصہ کو ضبط کرلینا ہے۔

۳۔ تیسرا عمل زیادتی کرنے والے کو معاف کردینا۔

۴۔ چوتھا عمل اگر گناہ ہوجائے تو اللہ کو یاد کرنا۔

۵۔ پانچواں عمل اپنے گناہوں پر اللہ سے کثرت کے ساتھ معافی مانگنا۔

جب یہ پانچ عمل کرلیے جائیں تو اللہ کی طرف سے ندا آتی ہے، اے میرے بندے! اگر تو نے یہ کام کردیئے ہیں تو میری بارگاہ سے خوشخبری بھی سن لو، میں ہی تمہارے گناہوں کو مٹانے والا ہوں۔

۶۔ اللہ پاک نے آگے ارشاد فرمایا: ایک وعدہ مجھ سے بھی کرلے کہ اس گناہ کو زندگی میں دوبارہ نہ کرنا۔

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا. (آل عمران،۳:۱۳۵)

''اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے''۔

بس یہی وہ لوگ ہیں جن کی جزا اللہ کی بارگاہ سے بخشش ہے اور جنات ہیں اس سے مراد ایک جنت نہیں ہے بلکہ بے بہا جنتیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو مذکورہ بالا چیزوں پر ہمیشہ کاربند رہنا چاہئے۔ اگر ان اعمال کو اپنا لیا جائے تو اللہ کی طرف سے انہیں متقی کی ڈگری مل جائے گی۔ یہ اعلان مل جائے گا کہ اللہ کو تم سے پیار ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمارے حال کی اصلاح فرمائے اور تقویٰ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ☆☆☆☆☆

علامہ اقبالؒ! عصرِ حاضر کے تہذیب شناس

اقبالؒ نے تہذیبی مکالمے کو انسانی بہبود کی اساس قرار دیا

اقبالؒ کی تہذیبی فکر دورِ نو کے تقاضوں کو پورا کر رہی ہے

جویریہ حسن

ایک زندہ مفکر کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی فکر کی تہیں وقت کے ساتھ ساتھ کھلتی ہیں ۔ اکیسوی صدی کے آغاز میں بساطِ عالم پر انقلابی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ اقبال کا فکر آج بھی تر و تازہ،عصر حاضر کے لیے زندہ و با معنی اور دورِ نَو کے تقاضوں کا بھر پور ساتھ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اقبال نہ صرف اپنے دور کے معاشرتی اقتصادی، سیاسی اور انسانی صورتِ حال کا گہرا شعور اور ادراک رکھتے تھے بلکہ انہیں مستقبل کے بارے میں ایک حکیمانہ بصیرت عطاء ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں بلا تامّل آنے والے زمانوں کا شاعر و مفکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

تہذیب کسی قوم کی مجموعی طرزِ حیات کا نام ہے۔ "تہذیب"عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں آراستگی، صفائی، اصلاح، شائستگی، خوش اخلاقی، کانٹ چھانٹ۔ "درخت پودے کا کاٹنا چھانٹنا،تراشنا اور بنانا سنوارنا۔مجازی مفہوم میں یہ لفظ "شائستگی "کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے"۔ ایک طویل عرصے تک یہ لفظ اسی محدود مفہوم میں استعمال ہوتا رہا ہے ۔اٹھارہویں صدی کے فرانسیسی مصنفین نے "بربریت"کے تصور کے خلاف "شائستگی یا تہذیب" کا لفظ وضع کیا۔اردو میں سر سید احمد خاں وہ پہلے دانشور ہیں جنہوں نے تہذیب کا وہ مفہوم جو انیسویں صدی میں رائج ہوا ،سب سے پہلے پیش کیا۔ تہذیب کیا ہے؟ انسان کے افعالِ ارادی اخلاق و معاملات اور معاشرت اور تمدن اور طریقہ تمدن اور صرفِ اوقات اور علوم اور ہر قسم کے فنون و ہنر کو اعلیٰ درجے کی عمدگی پر پہنچانا جس سے وحشیانہ پن اور انسانیت میں تمیز نظر آتی ہے"۔

تہذیبوں کا تقابلی مطالعہ ،تصادم اور مفاہمت عصرِ حاضر کا اہم ترین مسئلہ ہے۔اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ موجودہ تہذیبی کشمکش میں اسلام وقت کی کسوٹی پر کسا جارہا ہے۔آج دنیائے اسلام کو اپنے کلیدی اقدار کی شناخت اور ازسرِ نو تعین ،دنیا میں اپنے مناسب مقام کے حصول کی جدوجہد، اس کے ساتھ مغرب اور اسلام کے تقابلی مطالعے اور موازنے کے حوالے سے سنگین چیلنج اور مشکل صورتِ حال کا سامنا ہے کیونکہ مغربی دانشوروں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سویت یونین کی شکست وریخت کے بعد اب مغرب کا اگلا نظریاتی چیلنج اسلام ہے ۔ان تمام حالات میں تہذیبی تقابل اور تہذیبی تفاہم نے انتہائی اہمیت اختیار کر لی ہے اور ضروری ہے کہ اسلامی اور مغربی تہذیبوں کے حقیقی عناصر اس طرح واضح کرنے کی کوشش کی جائے کہ ایک طرف تو یہ تہذیبیں اپنی انفرادیت برقرار رکھیں ،دوسری طرف ہر قسم کی غلط فہمیوں سے نکل کر امن و محبت باہمی رواداری ،بقائے باہمی ،انسانی حقوق کی بالادستی،بین المذاہب ہم آہنگی اور تہذیبی سنگم کے طرف لوٹ آئیں۔ مختلف دانشور اور اُدباء اس موضوع پر اظہار خیال کرتے رہے ہیں۔اقبال وہ دانشور ہیں جنہوں نے مختلف تہذیبوں ،اسلام اور مغرب کے مطالعے اور ان میں افتراق و اتصال پر غیر

معمولی فکری گہرائی،توازن اور غیر جانب داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں آج بھی "روح اسلام "اور "روحِ مغرب"ایک متوازن ٹھوس وسیع النظر ،مدلل،تجزیاتی،ناقدانہ، معروضی اور منصفانہ فکرِ اقبال کی متقاضی ہے۔ضروری ہے کہ مغرب اور عالم اسلام کی تاریخ اور عصری تقاضوں کوملحوظِ خاطر رکھ کر ٹھوس ،مدلل اور منضبط اور معروضی انداز میں تہذیبوں کا تجزیہ کرتے ہوئے اقبال کے افکار کوسمجھا جائے اور اقبال کے حوالے سے "روح اسلام "اور "روحِ مغرب " کو آشکار کیا جائے تاکہ اسلامی اور مغربی تہذیبوں میں افتراق و اتصال،تصادم اور اس کے اسباب ،مفاہمت اور اس کی بنیادیں اقبال کے حوالے سے انسانی اور اصولی طور پر سامنے آسکیں اور اس طرح ایک نئے اور پر امن عالم کی تخلیق کی طرف گامزن ہواجاسکے۔کوئی بھی تہذیب دیگر تہذیبوں سے کٹ کر پروان نہیں چڑھ سکتی۔ماضی کے تہذیبوں کے تجربات ،گردوپیش میں پائی جانے والی ہم عصر تہذیبیں کسی بھی تہذیب پرمختلف انداز میں اپنا اثر ڈالتی ہیں۔کسی تہذیب پر نہ صرف کسی قوم کے ذاتی میلانات کا اثر ہوتا ہے بلکہ دوسری تہذیبیں بھی اسے متاثر کرتی ہیں۔ یہ اثر پذیری اور لچک تہذیبوں کے نمایاں خصوصیات ہیں۔ دوسری تہذیبوں کے خواص قبول کرنے کی صلاحیت کسی تہذیب کو زندہ و تابندہ اور ہر آن متحرک رکھتی ہے۔کوئی بھی تہذیب دوسری تہذیبوں سے کٹ کرمحدود ہوکر آگے نہیں بڑھ سکتی۔رابرٹ بریفالٹ کے نزدیک ترقی ہمیشہ ثقافتوں کے ربط اور خیالات وتصورات کے تصادم سے پیدا ہوتی ہے۔کوئی بھی معاشرہ کتنا ہی مہذب ہی کیوں نہ ہواس کے ترقی کے امکانات دوسرے معاشروں کے تعاون و اشتراک کے بغیر بے حد محدود ہوتے ہیں کوئی بھی انسانی تہذیب دیگر تہذیبوں سے کٹ کرترقی کی جانب گامزن نہیں ہوسکتی ایسی تہذیب ایک خاص مرحلے پر پہنچ کر جامد و ساکت ہوجاتی ہے اور زوال اس کا مقدر بن جاتا ہے۔

کسی تہذیب کے اثرات مثبت بھی ہوسکتے ہیں اور منفی بھی ۔مسلم تہذیب پر جہاں مغربی تہذیب کے مثبت اثرات ہیں وہاں منفی بھی ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ کشادہ دلی اور روشن خیالی کے ساتھ اعتدال و توازن سے کام لیتے ہوئے اپنی تہذیب کے بنیادی مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے مثبت عناصر کو اپنی تہذیب میں جگہ دی جائے اور دوسری تہذیبوں سے شعوری موازنہ نہ کرتے ہوئے اپنی تہذیب کے مردہ اور فرسودہ اجزء کو خارج کر کے ترقی کی طرف لے جایا جائے۔سویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد بالخصوص 11 ستمبر ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر حملوں کے بعد ہماری دنیا مکمل طور پر تبدیل ہو کہ رہ گئی ۔اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ موجودہ دنیا واضح اور نمایاں منطقوں میں تقسیم ہوگئی ہے جن میں ایک منطقہ اسلامی دنیا کی نمائندگی کرتا ہے جبکہ دوسرا امریکہ اورمغربی دنیا کی۔نتیجتاً اسلام اور مغرب یا اسلامی اور مغربی تہذیب کا تقابلی مطالعہ یا موازنہ ایک انتہائی اہم مسئلہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔بعض مغربی دانشوروں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ سویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد اگلا نظریاتی چیلنج اسلام ہے اور اکیسویں صدی میں اسلام اور مغرب کے درمیان تصادم کی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔اسلام اور مغرب کی تہذیب میں تصادم اگرچہ جدید تصور ہے لیکن اس کی جڑیں قدیم ادوار میں پیوست میں ۔مثلاً صلیبی جنگوں کا اہم ترین دور،عثمانی دور کی وسیع ترین سلطنت جو یورپ میں پھیل گئی ،مغرب کا دور اقتدار اورنوآبادیاتی نظام اور پھر موجودہ دور اس تصادم کے ساتھ ساتھ اتصال کی صورتیں بھی موجود رہی ہیں مثلاً یونانیوں کے نظری علوم کے مسلمانوں پر اثرات،مسلمانوں کے سائنسی علوم کا اثر مغرب پر پھر مغرب کے تہذیبی اثرات وغیرہ۔موجودہ دور میں تصادم و اتصال کی کیفیت شدت سے جاری ہے مختلف جنگیں اور بالخصوص میڈیا کے ذریعے مغربی کلچر کے اثرات کا واضح ثبوت ہیں تاہم چودہ سو سال کی تاریخ کے دوران اسلام اور مغرب کے روابط زیادہ تر طوفان خیز رہے ہیں۔ صدیوں سے اسلام اور عیسائیت زبردست شورشوں ،وقفوں ،اور جوابی شورشوں کے سلسلے میں عروج وزوال سے گزر رہے ہیں ۔بعض اوقات دونوں میں صلح اور پر امن بقائے باہمی کی صورتحال بھی رہی بالخصوص صلیبی

جنگوں کے کچھ عرصے بعد تک: سید ابوالحسن علی ندوی کے بقول": مغربی تہذیب کی زد میں سب سے زیادہ عالمِ اسلام رہا ہے ۔اس مادی اور میکانی تہذیب کے چیلنج کا رُخ بہ نسبت کسی دوسری قوم اور معاشرے کے زیادہ تر عالمِ اسلام کی طرف ہی رہا ہے"۔ موجودہ دور کے تناظر میں جبکہ مغربی تہذیب اپنی ظاہری آرائشوں کے باعث اسلامی معاشروں میں اپنے قدم جما چکی ہے۔ اقبال کی فکر نہ صرف تہذیبِ مغرب کے پنہاں گوشوں سے پردہ اُٹھاتی ہے بلکہ تہذیب اسلامی کو قابلِ عمل اور نتیجہ خیز قوت کے طور پر بھی پیش کرتی ہے۔ اقبال کی شخصیت داخلی طور پر تربیت وتہذیب یافتہ ،منظّم اور توانا تھی۔ انھیں یورپی تمدّن کا ظاہری طمطراق، مادی آسائشیں اور چمک دمک متاثر نہ کرسکی۔شخصی حیثیت میں وہ مغرب کے جس قدر قریب ہوئے، ان کے ذہن میں اس کے خلاف ایک ناقدانہ ردِعمل پیدا ہوتا گیا۔سیّد بوالاعلیٰ مودودی نے اس صورت حال کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے: مغربی تعلیم وتہذیب کے سمندر میں قدم رکھتے ہوئے وہ جتنا مسلمان تھا، اس منجد ھار میں پہنچ کر اس سے زیادہ مسلمان پایا گیا،اس گہرائیوں میں جتنا اترتا گیا، اتنا ہی زیادہ مسلمان ہوتا گیا، یہاں تک کہ اس کی تہ میں جب پہنچا تو دنیا نے دیکھا کہ وہ قرآن میں گم ہو چکا ہے اور قرآن سے الگ اس کا کوئی فکری وجود باقی ہی نہیں رہا۔ اقبال کا یہ ردِعمل بالکل فطری تھا۔ وہ ایسے مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے اور پروان چڑھے ،جو اسلام کی بہتری روایات واقدار کا امین تھا۔چاہیے کہ وہ فطرتاً، طبعاً، افتاداً، ذہناً اور تربیتاً، مشرقی اور اسلامی تھے۔ یورپ کے مشاہدات نے علامہ کو یہ کہنے پر مجبور کردیا:

تمھاری تہذیب ،اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جوشاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا،ناپایدار ہوگا

آئندہ تیس برسوں میں بھی اقبال نے اپنے نتائج میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی:

جہانِ نور ہورہا ہے پیدا ،وہ عالم پیر مررہا ہے
جسے فرنگی مقامِروں نے بنادیا ہے قمارخان

ناقدانہ ردِعمل کے سلسلے میں علامہ اقبال کے ایک خط کا ذکر ضروری ہے ۔وحید احمد کے نام مراسلہ میں 7 ستمبر 1921ء کو لکھتے ہیں :اس زمانے میں سب سے زیادہ بڑا دشمن،اسلام اور اسلامیوں کا،نسلی امتیاز و ملکی قومیت کا خیال ہے۔ پندرہ برس ہوئے ،جب میں نے پہلے پہل اس کا احساس کیا، اس وقت میں یورپ میں تھا اور اس احساس نے میرے خیالات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی آب و ہوانے مجھے مسلمان کردیا۔ اس اعتبار سے یورپ اور وہاں کے صاحبان حکمت و دانش کے بھی ممنون ہیں، اقبال کی اس حکیمانہ بصیرت میں،جس نے انھیں فکری و ذہنی توازن عطا کیا، مغربی علوم حکمت کے سرچشموں کا بھی دخل ضرور ہے۔ درج بالا اقتباس میں اقبال نے نسلی ووطنی قومیت کودشمنان اسلام و ملت اسلامیہ میں سرفہرست قراردیا ہے۔ فی الحقیقت اقبال کی ذہنی تبدیلی میں تین عناصر کارفرما تھے: مغرب کی ملحدانہ مادّہ پرستی، علاقائی اور وطنی قومیت کا تصور، لادین سیاست اگرچہ اقبال ،مغرب کی تمدّنی اور معاشرتی خوبیوں، جیسے: وقت کی پابندی، صفائی کاروباری دیانت، محنت پیہم اور سلیقہ شعاری وغیرہ کے قائل ہیں اور اس کی صنعتی ترقی، سائنسی ایجادات، روشنی علم و ہنر اور ختراعی وتخلیقی کاوشوں کے بھی مدّاح ہیں، مگرانھیں اندیشہ تھا کہ ہم مشینی ترقی کے ظاہری طمطراق ہی میں الجھ کر نہ رہ جائیں۔

علامہ قبال نے ہمیں متوجہ کیا کہ:

فسادِ قلب و نظر ہے،فرنگ کی تہذیب
کہ روح ،اس مدنیّت کی، رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

اقبال نے تہذیب حاضر کو اس کے باطن میں اتر کر اور گہرائی میں جا کردیکھا تو ان پر اس کی صلیت ظاہر ہوئی اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کی اس کی خیرہ کن چمک دمک اور صناعی فقط چند جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے:

نہ کر ،افرنگ کا اندازہ ،اس کی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے، اس جوہر کی ،برّاقی

اس سلسلے میں بالِ جبریل کی نظم لینن میں ہمیں ایک نہایت جامع تبصرہ ملتا ہے:

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ کہ بے چشمۂ حیواں ،ہے یہ ظلمات
رعنائی تعمیر میں ،رونق میں صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ،ہیں بنکوں کی عمارت
ظاہر میں تجارت ہے،حقیقت میں جوا ہے
سودا ایک کالاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبّر، یہ حکمت
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیمِ مساوات
بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیّت کے فتوحات؟
وہ قوم، کہ فیضانِ سماوی سے ہو محروم
حداس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
ہے دل کے لیے موت، مشینوں کی حکومت
احساس مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

بنیادی بات یہ ہے کہ تہذیب مغرب کی بنیاد الحادولادینیّت پر ہے: اقبال کے نزدیک الحاد جملہ برائیوں کی جڑ ہے۔

اقبال کے تصورتہذیب کا امتیاز:

اقبال نے اپنے تصورتہذیب کی اساس محکمات پر مبنی اصولوں کو قراردیا ہے۔نہ صرف مسلم تہذیب بلکہ عالمی تہذیبی مسائل پر غور وفکر کرتے ہوئے اقبال قرآن حکیم سے براہ راست رہنمائی لیتے ہیں۔یہ مغربی فکر کی بہت بڑی کوتاہی ہے کہ اسلامی تہذیبی کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے ہوئے نہ ہی کسی فکر نے قرآن حکیم سے استفادہ کیا اور نہ ہی قرآن حکیم کے بیان کردہ قانون عروج وزوال کو پرکھا بلکہ اس اساسی ماخذ کونظرانداز کر کے علمی غفلت اور تجاہل کا مظاہرہ کیا۔مثلاً سپنگر اورٹائن بی جیسے مفکرین نے قرآن حکیم کا ذکر تک نہیں کیا جبکہ ہن ٹنگن نے صرف منفی انداز سے کیا۔ہن ٹنگن کے مطابق قرآن حکیم تشدد کی تعلیم دینے والی کتاب ہے۔جس میں امن سے متعلق تعلیم موجودنہیں اور دنیا میں مسلمان پرتشدد جدوجہد قرآن سے متاثر ہوکراور اس پرحلف اٹھاکرشروع کرتے ہیں جبکہ اقبال کے ہاں دیگر تہذیبوں کے بارے میں اس طرح کا کوئی اندھا تعصب نہیں پایاجاتا۔اقبال کے تصورتہذیب کا دیگر افکار سے تقابل اقبال کے ان امتیازات کونمایاں کرتا ہے:

اقبال کے ہاں تہذیب کی اساس روحانی اقدار پر استور ہے۔یہ مرتبہ صرف اسلامی تہذیب کو حاصل ہے کہ یہ اعلی اور ابدی روحانی اقدار پر مبنی ہے : کلمہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر مسلمانوں کی قومیت قائم ہے جب مسلمانوں اس اصول کا دوسروں کی قومیت سے تقابل کی کیاجاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی قومیت غیر مرئی ہے جو نہ ہاتھ سے چھوئی جاسکتی ہے اور نہ آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے بلکہ وہ دل کی چیز ہے۔ دوسروں کا اصول قومیت مادی چیز ہے جس کو ہم دیکھ سکتے ہیں ایک مسلمان تاتاری ہے ،ایک مسلمان کشمیری ہے، ایک مسلمان افغانی ہے مگر جب وہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں تو ان کا تمام اختلاف وامتیاز اس کلمہ کی آتش سے جل کر خاک سیاہ ہوجاتا ہے،لیکن مسلمانوں کونکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے ہی کوئی مسلمان نہیں ہوجاتا جب تک وہ اسلام کے معاشرے اورتمدن کواپنے اندر جذب نہ کرے۔کیونکہ محض عقیدے کے مسلمان معزز ثابت نہیں ہو سکتے جب کہ ان کی عملی زندگی بھی اسلامی تمدن کے مطابق نہ ہو۔

یہی سبب ہے کہ مسلم امہ کی وحدت کی بنیاد بھی دینی ہوگی۔کبھی بھی مسلم امہ مادی اقدار یا مادی اساس پر متحد نہ ہوسکے گی۔

مسلم تہذیب کی سیاسیات کی اساس بھی روحانی نوعیت کی ہوگی،اسی پہلو کے باعث علامہ نے مسلم معاشرے کے لیے روحانی جمہوریت کا تصور بھی دیا تھا،سیاسیات کی

بچوں کی عادات سے ان کی شخصیت بنتی ہے۔

روحانی اساس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سیاسیات کی جڑ انسان کی روحانی زندگی میں ہوتی ہے۔ میرا عقیدہ ہے کی اسلام ذاتی رائے کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ وہ ایک سوسائٹی ہے یا بھر سوک چرچ (Civic church) سیاسیات میں میری دلچسپی بھی دراصل اسی وجہ سے ہے۔

مسلم تہذیب کی روحانی اساس اس کے رجعت پسند ہونے کی نہیں بلکہ اس کے اقدامی مزاج کی مظہر ہے۔ علامہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں احمدیت کا وظیفہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کی تائید میں الہامی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ خالص مذہبی امور سے قطع نظر سیاسی امور کی بنا پر بھی پنڈت جواہر لال نہرو کے شایان شان نہیں کہ وہ مسلمانان ہند پر رجعت پسند اور قدامت پسند ہونے کا الزام لگائیں۔

اقبال مسلم معاشرے کے مختلف مظاہر کی تہذیبی اہمیت اور ثقافتی معنویت کے قائل ہیں۔ بدلتے ہوئے حالات میں مسلم معاشرے کے مختلف مظاہر سے کس طرح استفادہ ممکن ہے، علامہ فرماتے ہیں :زمانہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور ان سے استفادے کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں،ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مدنظر رکھیں۔منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لیے مخصوص لیے گئے ہیں ایک میلادالنبیﷺ کا مبارک دن بھی ہے۔

اقوام کی تہذیبی زندگی میں ایسے فکری رجحانات بھی جنم لیتے ہیں جن سے اس قوم کا تہذیبی تشخص متاثر ہوسکتا ہے۔ مسلم تہذیب کے حوالے سے علامہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کی ذہنی تاریخ میں عجیب قسم کی عقلی اور مذہبی تحریکوں کا نشانہ ملتا ہے، یہ بات کچھ اسلامی تہذیب کی تاریخ سے خاص نہیں بلکہ دنیا کی ہر تہذیب کی تاریخ میں ایسی تحریکیں پیدا ہوا کرتی ہیں اور مرورزمانہ سے ان تحریکوں میں ایسے عناصر کی آمیزش بھی ہو جاتی ہے جو اس تہذیب کی خاص روایات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

تہذیبی فکر کے باب میں اقبال کا امتیاز یہ ہے اقبال کے ہاں تہذیبی افکار صرف افکار نہیں بلکہ کو وہ اقبال کی ذات کا حصہ ہیں۔

اسلامی اور مغربی تہذیب کے فکری،اعتقادی اور اقداری اختلاف کے باوجود علامہ تہذیبوں کے مابین مکالمے کا امکان مسترد نہیں کرتے۔ اسلام شرق و غرب کے مابین نقطہ اتصال بن سکتا ہے۔ علامہ نے فرمایا: "میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں جغرافیائی حیثیت سے یورپ اور ایشیاء کے درمیان واقع ہونے کے لحاظ سے اور زندگی کے مشرقی ومغربی نصب العین کے امتزاج کی حیثیت سے اسلام کو مشرق و مغرب کے درمیان ایک طرح کا نقطہ اتصال بنا چاہیے ۔لیکن اگر یورپ کی نادانیاں اسلام کو ناقابل مفاہمت بنا دیں تو کیا ہوگا؟علامہ اقبال تہذیبی مکالمے کو انسانی بہبود کی اساس قرار دیتے ہیں۔لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تہذیبوں کی اس باہمی کشاکش میں اقبال کی متوازن ،وسیع النظر،ٹھوس اور مستحکم فکر سے استفادہ کیا جائے تاکہ کرہ ارضی پر بلاتخصیص بقائے انسانی ممکن ہو سکے۔

حوالہ جات:

ڈاکٹرجمیل جالبی،پاکستانی کلچر،نیشنل بک فانڈیشن،اسلام آباد،ء ،ص41

مولانا محمد اسماعیل پانی پتی،مقالاتِ سر سید(جلد ششم)،مجلس ترقی ادب،لاہور،ء ،ص6

رابرٹ بریفالٹ، ترجمہ، عبدالمجید سالک،تشکیلِ انسانیت،مجلس ترقی ادب ،لاہور،ء ،ص،123، 119

سید ابوالحسن علی ندوی،مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ،مجلس نشریاتِ اسلام ،کراچی ،س ن،ص16

محمد قطب ،اسلام اور جدید ذہن کے شبہات،البدر پبلی کیشنز،لاہور،ء ،ص8

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی،معاصر تہذیبی کشمکش اور فکر اقبال اسباب ،اثرات اور حل،بی پی ایچ پرنٹر،لاہور،ء ،ص40

ڈاکٹر محمد آصف،اسلام اور مغرب کی کشمکش اور فکرِ اقبال،بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

☆☆☆☆☆

مقامات اور احوالِ صوفیاء

مقامات و احوالِ صوفیاء میں پہلا مقام ''توبہ'' ہے

توبہ کا آغاز گناہوں پر ندامت سے ہوتا ہے

جویریہ ابراہیم

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مبعوث کیا تو بہت سی ذمہ داریوں کے ساتھ تعلیم قرآن کا فریضہ بھی آپ کے سپرد کیا اور فرمایا:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ. (آل عمران، ۳:۱۶۴)

حضور اکرم ﷺ نے قرآن سے مختلف علوم کا استنباط کرکے انہیں مخلوق خدا تک پہنچایا جن میں حدیث، فقہ اور تصوف کے علوم مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ محدثین نے جہاں احادیث کا ذخیرہ علم حضور اکرم ﷺ کے بعد لوگوں تک پہنچایا وہیں اہل فقہ حضرات نے ظاہری برائیوں سے انسان کو بچانے کے لیے احکامات مدون کئے ان میں تیسرا طبقہ ایسا ہے جن کی نظر ہمیشہ شے کے ظاہر کی بجائے باطنی حقیقت پر رہی ہے وہ طبقا صوفیاء کا ہے۔ اہل صوفیاء اپنے عمل سے امت محمدی ﷺ کے ظاہر و باطن کی تربیت کرتے رہے ہیں۔ ان کے معمولات لوگوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ تصوف کے باب میں بے شمار بزرگان دین کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے اپنے فکروعمل سے لاکھوں افراد کو دین محمدی ﷺ سے روشناس کروایا۔ ان ہستیوں کے معمولات راہ سلوک و معرفت پر چلنے والے افراد کے لیے نمونہ ہیں یہی وجہ ہے کہ مختلف ادوار میں علم تصوف کے تعارف میں احوال صوفیاء پر ان گنت کتب تحریر کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں تصوف کی امہات کتب میں کتاب اللمع کو اولین کتاب کا درجہ حاصل ہے جو شیخ ابونصر سراج طوسیؒ نے تیسری صدی ہجری میں تصنیف کی۔

اس کے علاوہ الرسالۃ القشیریۃ، کشف المحجوب، قوت القلوب، غنیۃ الطالبین جیسی کتب بھی احوال و اقوال صوفیاء پر مدون ہوئیں جن میں صوفیاء کے راہ سلوک پر گامزن ہونے کے مختلف مقامات بھی بیان کئے گئے ہیں جو آج ہماری تربیت کے لیے ناگزیر ہیں۔ زیر نظر مضمون میں انہیں مقامات صوفیاء میں سے پہلا مقام ''توبہ'' بیان کیا جارہا ہے۔ صوفیاء کا وہ پہلا قدم ہے جس پر چل کر کوئی حضرت بشر الحافیؒ، کوئی فضیل ابن عیاض اور کوئی حضرت عبداللہ ابن مبارک بنے۔ توبہ کے بعد اگلے مقامات مقام ورع، زہد، فقر، صبر، رضا اور توکل آتے ہیں۔

مقام التوبہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

''اے ایمان والو! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو تاکہ تم فلاح پاؤ''۔ (النور، ۲۴:۳۱)

تعریف:

لغت میں توبہ سے مراد ''گناہوں سے پھر جانا۔

''عربی زبان میں لفظ ''توبہ'' کے حقیقی معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی شخص کسی سے رجوع کرتا

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا:
”توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ تیرے اوپر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ آجائے اور تیرے اوپر تیرا نفس تنگ آجائے اور تو یہ گمان کرے کہ اللہ کے سوا تیری کوئی پناہ گاہ نہیں“۔

ہے تو کہتے ہیں ”تاب“ لہذا توبہ کے معنی یہ ہوئے کہ شریعت میں جو کچھ مذموم ہے اس سے لوٹ کر قابل تعریف شے کی طرف آنا“۔ (رسالۃ القشیریۃ)

لغتِ عرب کے مطابق حقیقت توبہ ”رجوع“ ہے۔

کہا جاتا ہے ”تاب“ یعنی رجوع کیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الندم توبة. ”ندامت توبہ ہے“۔

توبہ کے مفہوم سے متعلق صوفیاء کے اقوال درج ذیل ہیں:

اقوالِ صوفیاء:

سہل بن عبداللہ تستریؒ نے فرمایا:

ابتداً بندے کو توبہ کا حکم دیا جاتا ہے اور یہ شرمندگی ہے کہ برے افعال سے باز آجانا اور اچھے کاموں کی طرف رجوع کرنا۔ (کشف الخفاء عن حقائق الصفاء از ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں:

الاستغفار من غیر اقلاع توبة الکاذبین.

”گناہ سے باز آئے بغیر توبہ، جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے“۔ (کتاب اللمع)

حضرت جنید بغدادیؒ سے توبہ کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا:

”توبہ یہ ہے کہ تم اپنے گناہوں کو عمل میں لانے سے بھول جاؤ“۔ (کتاب اللمع)

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا:

”توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ تیرے اوپر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ آجائے اور تیرے اوپر تیرا نفس تنگ آجائے اور تو یہ گمان کرے کہ اللہ کے سوا تیری کوئی پناہ گاہ نہیں“۔ (کشف الخفاء عن حقائق الصفاء)

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا:

توبہ کے تین معانی ہیں:

۱۔ ندامت
۲۔ جس کام سے اللہ نے منع فرمایا، اس کی عادت ترک کرنا۔
۳۔ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنا۔ (رسالہ قشیریہ)

حضرت رابعہ بصریؒ فرماتی ہیں:

”ہماری توبہ بھی توبہ کی محتاج ہوتی ہے“۔

پھر فرماتی ہیں: ”زبان کے ساتھ مغفرت طلب کرنا جھوٹے لوگوں کی توبہ ہے“۔ (کشف الخفاء عن حقائق الصفاء)

حضرت ابو نصر سراجؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو یعقوب یوسفؒ بن حمدان سوسی فرماتے ہیں:

”ہر شے سے علیحدہ ہوکر اللہ کا ہوجانے والوں کا پہلا مقام توبہ ہے“۔ (کتاب اللمع) (رسالہ قشیریہ)

محمد بن علیؒ سے توبہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

”تم تمام مذموم چیزوں سے اچھی چیزوں کی طرف جاؤ، پھر اس پر پختہ ہوجاؤ، پھر تمام مشقتوں کی طرف جاؤ (یعنی برداشت کرنا)، پھر تمام مجاہدوں اور ریاضتوں کی طرف جاؤ، پھر اس پر پختہ ہوجاؤ، پھر رشد و ہدایت کی طرف پھر تم اللہ تعالیٰ کی دوستی کا ادراک کرلو گے اور اچھی محنت کرنا“۔

اور اسی طرح کہا: ”اللہ تعالیٰ کی شریعت میں پہلا راستہ توبہ ہے“۔ (کشف الخفاء عن حقائق الصفاء)

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا: ”عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے“۔ (رسالہ قشیریہ)

”ہر شے سے علیحدہ ہوکر اللہ کا ہوجانے والوں کا پہلا مقام توبہ ہے“۔

حضرت سری سقطیؒ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''کہ تو اپنے گناہوں کو بھول جا''۔

حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو نہ بھول''۔

یہ دونوں قول صحیح ہیں بے شک حضرت سری سقطیؒ کے قول سے مراد خواص کی توبہ ہے بے شک وہ اپنے گناہوں کو یاد نہیں کرتے۔ (یعنی توبہ کا ارادہ)۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے اپنے قول میں عوام کی توبہ کا ارادہ کیا ہے یعنی عوام کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں کو نہیں بھولتے جبکہ خواص اس مقام پر ہوتے ہیں کہ اپنے گناہوں کو یاد نہیں کرتے اور یہ سلوک کی ابتداء ہے۔ توبہ کے تین درجے ہیں:

توبہ کے تین درجات:

پہلی توبہ: خواہشات سے توبہ کرنا اور یہ عوام کی توبہ ہے۔

دوسری توبہ: غفلت سے توبہ کرنا اور یہ خواص کی توبہ ہے۔

تیسری توبہ: نیکیوں کو دیکھنے سے توبہ کرنا اور یہ خص الخواص کی توبہ ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا: ''لوگوں کی ہلاکت دو چیزوں میں ہے ان میں سے ایک یہ کہ بندہ توبہ کی امید کرتا رہے اور توبہ نہ کرے اور اس امید پر توبہ میں دیر کرتا رہے کہ ابھی زندگی بہت لمبی ہے''۔

حضرت عبداللہ بن جلاءؒ سے پوچھا گیا: توبہ کرنے والے کی توبہ کب قبول ہوتی ہے؟ تو آپؒ نے فرمایا: ''جب بائیں طرف والا فرشتہ بیس سال تک اس کے گناہ نہ لکھ سکے''۔

حصول توبہ کے مراتب:

۱۔ برے لوگوں کی صحبت ترک کر دینا۔

۲۔ ممنوع کاموں کے ارتکاب سے رک جانا اور خواہشات کی تابعداری سے اپنے نفس کی لگام کھینچ لینا۔

۳۔ توبہ کو کامل کرنے والی چیزوں کو اپنے دل میں زیادہ جگہ دینا مثلاً خوف اور امید سے دل کی نیت مضبوط ہوتی ہے۔

۴۔ ہر وقت موت کے لیے تیار رہنا۔

مقبول توبہ کی پہچان:

جس شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے، اس کی پہچان ان چیزوں سے ہوتی ہے۔

۱۔ وہ فاسق اور گناہگار لوگوں سے بالکل جدا ہوجاتا ہے اور ان کا خوف اور ہیبت بالکل اپنے دل میں نہیں پاتا اور نیک لوگوں سے میل رکھتا ہے۔

۲۔ دنیا کی فکر اس کے دل سے دور ہوجائے اور آخرت کی فکر اور غم ہمیشہ اس کے دل میں رہے۔

توبہ اور احوالِ صوفیاء

حضرت ابو نصر بشر بن حارث حافیؒ کی توبہ: آپؒ کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ آپؒ کو راستے میں پڑا ہوا ایک کاغذ ملا جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ پاؤں کے نیچے روندا جا رہا تھا۔ آپؒ نے اسے اٹھایا اور آپؒ کے پاس ایک درہم تھا جس سے آپؒ نے خوشبو خریدی اور اس کاغذ پر مل دی اور پھر اسے دیوار کے ایک سوراخ میں رکھ دیا۔ اس کے بعد آپؒ نے خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا آپؒ سے کہہ رہا ہے۔

''اے بشر! تم نے میرے نام کو خوشبو لگائی۔ میں دنیا اور آخرت میں تیرے نام کی خوشبو پھیلا دوں گا''۔

حضرت ابو علی دقاقؒ فرماتے ہیں: حضرت بشر حافیؒ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تو ان لوگوں نے کہا ''یہ شخص رات بھر سوتا نہیں ہے اور تین دنوں میں صرف ایک دن روزہ نہیں رکھتا۔ یہ سن کر آپؒ رونے لگے، آپؒ سے رونے کی وجہ پوچھی گئی تو آپؒ نے فرمایا:

''مجھے یاد نہیں کہ میں نے پوری رات جاگ کر گزاری ہو اور دن بھر روزہ رکھا ہو اور رات تک کچھ نہ کھایا پیا ہو لیکن اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے دلوں میں عمل ڈال دیتا ہے''۔

☆☆☆☆☆ (جاری ہے) ☆☆☆☆☆

23 شعبان ولادت حضرت عمرؓ پر خصوصی تحریر

سیدنا عمر بن خطابؓ کی عظمت کے بیگانے بھی معترف تھے

آپ ﷺ نے دعا کی ''اے اللہ تو عمر بن ہشام یا عمر بن خطاب دونوں میں سے اپنے پسندیدہ بندے کے ذریعے اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرما''

آپؓ کا طرزِ حکمرانی آج بھی ایک رول ماڈل ہے

ام حبیبہ رضا

خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کی وہ بے مثال و باکمال شخصیت ہیں کہ جن کی اسلام کے لیے روشن خدمات، جرات و بہادری، عدل و انصاف پر مبنی فیصلوں، فتوحات اور شاندار کارناموں سے اسلام کا چہرہ روشن ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تاریخ انسانی کا ایسا نام ہے جس کی عظمت کو اپنے ہی نہیں بیگانے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ان کی خواہش پر کئی مضامین قرآن کا حصہ بن گئے۔ قبول اسلام کے بعد وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے شیدائی بن کر فاروق کہلائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے اسلام کو بہت تقویت ملی۔ آپ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے خصوصی طور پر دعا مانگی تھی کہ:

اللھم اعز باحب ھذین الرجلین الیک بابی جھل او بعمر ابن الخطاب...

(جامع ترمذی، کتاب المناقب، رقم: ۳،۸۱)

''اے اللہ! تو ابو جہل یا عمر بن خطاب دونوں میں سے اپنے پسندیدہ بندے کے ذریعے اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرما''۔

نام و نسب اور ولادت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام عمر بن خطاب، لقب فاروق اور کنیت ابو حفص ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مشہور روایت کے مطابق ہجرت نبوی سے ۶۰ برس قبل پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت اور بچپن کے حالات بالکل نامعلوم ہیں۔ حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی زبانی ایک روایت نقل کی ہے کہ میں چند احباب کے ساتھ ایک جلسے میں بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً ایک غل اٹھا دریافت سے معلوم ہوا کہ خطاب کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے پر غیر معمولی خوشی کی گئی تھی۔

(شمس العلماء از علامہ شبلی نعمانی)

علوم و فنون:

شباب کا آغاز ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مختلف علوم و فنون کے حصول میں میں مشغول ہوئے۔ نسب دانی کا فن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں موروثی چلا آتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انساب کا فن اپنے باپ سے سیکھا۔ جاحظ نے تصریح کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب انساب کے متعلق کچھ بیان کرتے تو ہمیشہ اپنے باپ خطاب کا حوالہ دیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد (مطبوعہ مصر) صفحہ ۱۲۲،۱۱۷)

پہلوانی اور کشتی کے فن میں بھی کمال حاصل کیا۔ اسی زمانے میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا اور یہ وہ خصوصیت تھی جو اس زمانے میں بہت کم لوگوں کو حاصل تھی۔ علامہ بلاذری نے بہ سند لکھا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ

معبوث ہوئے تو قریش کے تمام قبیلے میں چند آدمی تھے جو لکھنا جانتے تھے ان میں سے ایک حضرت عمرؓ بن خطاب تھے۔

خودداری بلند حوصلگی تجربہ کاری معاملہ دانی یہ تمام اوصاف اُن میں اسلام لانے سے قبل پیدا ہو گئے تھے۔

(فتوح البلدان، للبلاذری: ص ۷۱)

قبول اسلام کا واقعہ:

آپؓ ستائیس سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ سیدنا عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے لیے بہت دعا فرمایا کرتے تھے اس لیے سیدنا عمر فاروقؓ کے اسلام لانے پر نبی ﷺ بہت خوش ہوئے اور اپنی جگہ سے چند قدم آگے چل کر آپؓ کو گلے لگایا اور آپؓ کے سینہ مبارک پر دست نبوت ﷺ پھیر کر دعا دی:

یااللہ ان کے سینے سے کینہ و عداوت کو نکال کر ایمان سے بھر دے۔

آپ کے قبول اسلام کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے تو مجبور ہوکر فیصلہ کر لیا کہ (نعوذ باللہ) خود بانی اسلام کا قصہ پاک کر دیں۔ تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے سے اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا ہوا۔ اس وقت تک اگرچہ ۵۰، ۶۰ آدمی اسلام لا چکے تھے عرب کے مشہور بہادر حضرت حمزہ رضی اللہ عن سید الشہداء نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ تاہم مسلمان اپنے فرائض مذہبی اعلانیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے ساتھ دفعتاً یہ حالت بدل گئی۔ انہوں نے علانیہ اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ کافروں نے اول اول ان پر بڑی شدت کی لیکن وہ برابر ثابت قدمی کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ کعبہ میں جا کر نماز ادا کی۔ ابن ہشام نے اس واقعہ کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زبانی ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

فلما اسلم عمر قاتل قریشا حتیٰ صلی عند الکعبہ و صلینا معه.

(المعجم الکبیر، للطبرانی، رقم: ۸۸۲۰)

جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ کعبہ میں نماز پڑھی اوران کے ساتھ ہم لوگوں نے بھی پڑھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر فرشتوں کا جشن:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''حضرت عمر مشرف بہ اسلام ہوئے تو میرے پاس جبرئیل امین آئے اور کہنے لگے عمر کے اسلام لانے پر فرشتوں نے جشن منائے''۔

(سنن ابن ماجہ، باب فضل عمر، رقم: ۱۰۳)

علمی مقام و مرتبہ:

سیدنا ابو حمزہؓ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم نے ارشاد فرمایا:

''میں سویا ہوا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ میں نے دودھ پیا ہے یہاں تک کہ اس کی سیرابی میرے ناخنوں سے باہر نکلنے لگی پھر میں نے وہ عمرؓ کو دے دیا''۔ (بخاری جلد1، ص521)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اس روایت کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

رایت کانی اتیت بقدح لبن فشربت فاعطیت فضلی عمر بن الخطاب.

''میں نے (خواب میں) دیکھا کہ مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا جسے میں نے پیا اور جو باقی بچا وہ میں نے عمر

بن خطابؓ کو دے دیا''۔ (ترمذی، جلد4، ص564)

سرکارِ دو عالمﷺ سے اس کی تعبیر پوچھی گئی تو آپ نے اس کی تعبیر میں فرمایا: ''العلم'' یعنی وہ دودھ علم تھا۔ اس روایت میں شان فاروقی یہ بتائی کہ آپ کو سرکار دو عالمﷺ کے پیالے سے بچے ہوئے دودھ سے جو دیا گیا وہ علم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ جیسے علم میں سرشار صحابی بھی فرمایا کرتے تھے ''اگر تمام عرب کا علم ایک پلہ میں رکھا جائے اور عمرؓ کا علم دوسرے پلہ میں تو عمرؓ کا پلہ بھاری رہے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالمﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہر نبی کے دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں۔ میرے آسمان والوں میں دے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے دو وزیر ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ (کنزالعمال جلد13، ص15)

جمع قرآن کا مشورہ:

جنگ یمامہ میں بارہ سو صحابہ کرامؓ شہید ہوئے جبکہ اس سے پہلے کسی جنگ میں اتنے صحابہ شہید نہیں ہوئے تھے ان میں انتالیس کبار صحابہ اور حفاظِ قرآن تھے۔ اتنی تعداد میں حفاظِ قرآن کی شہادت دیکھ کر رگِ فاروقی پھڑکی اور سیدنا عمرؓ نے ہمت و جرات کرکے امیرالمومنین سیدنا ابوبکرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ ''یمامہ کی جنگ میں قراء و حفاظ کا شدید نقصان ہوا ہے، اس لیے اگر آپ نے قرآن حکیم کو جمع کرنے کا بندوبست نہ کیا تو خطرہ ہے کہ قرآن کا بڑا حصہ ضائع نہ ہوجائے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے جواب دیا: ''جس کام کو رسول اللہﷺ نے نہیں کیا، میں اسے کیسے کرسکتا ہوں؟'' سیدنا عمرؓ نے کہا: ''یہ کام تو خیر ہے''۔ انہوں نے بار بار یہی بات کی یہاں تک کہ سیدنا ابوبکرؓ کو شرح صدر اور اطمینان ہوگیا۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا زید بن ثابتؓ کے ذریعہ قرآن حکیم کو جمع کروایا۔ گویا قرآن حکیم کے جمع و تدوین کی تحریک سیدنا عمرؓ نے کی اور اس جمع کی تکمیل سیدنا ابوبکرؓ نے کی۔

حضرت عمر فاروقؓ کا زہد و قناعت:

آپ کی کتابِ زندگی میں زہد و قناعت کا باب بھی نہایت روشن ہے۔ سیدنا طلحہؓ فرمایا کرتے تھے کہ قدامت اسلام اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو سیدنا فاروق اعظمؓ پر فوقیت حاصل ہے لیکن زہد و قناعت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک طرف قیصر و کسریٰ کی فوجیں ہر محاذ پر شکست کھا رہی ہیں۔ مختلف محاذوں پر جرنیلوں اور کمانڈروں کو خطوط لکھے جارہے ہیں۔ پوری دنیا کے بادشاہوں پر آپ کی شخصیت کی ہیبت طاری ہے لیکن اپنی حالت یہ ہے کہ کئی کئی پیوند لگا کپڑا زیب تن ہے۔ عمامہ پھٹا ہوا ہے، چپل بوسیدہ، بیوہ عورتوں کے گھروں میں پانی بھرنے کے لیے مشک کاندھے پر، سونے کے لیے خاک کا بستر، چشم فلک نے ایسا سربراہ مملکت کم ہی دیکھا ہوگا۔

غذا نہایت سادہ اور معمولی تھی۔ عموماً روٹی اور روغن زیتون دسترخوان پر ہوتا تھا۔ روٹی بغیر چھنے آٹے کے ہوتی جسے مہمانوں اور سفراء کو کھانے میں تکلیف ہوتی کیونکہ وہ ایسی معمولی غذا کھانے کے عادی نہیں ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کی طرح دنیوی عیش و عشرت کا دلدادہ ہوتا''۔ (کنزالعمال جلد6، ص346)

یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت بھی تاریخ اسلام کا سنہری دور تھا۔ آپ نے اپنی رعایا کا بہت خیال رکھا۔ حضور نبی اکرمﷺ نے حکومت کے استحکام کے لیے جو معاشی نظام عطا کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس حقیقی نظام کو باقاعدہ ملکی سطح پر انتظامی محکمہ جات کی صورت میں قائم کیا۔ جس نظم نے تمام طبقات کو متاثر کیا۔ اور آج بھی وہ نظام اور قانون امت مسلمہ اور خصوصا حکمرانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

☆☆☆☆☆

امّ المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

فصاحت و بلاغت اور معاملہ فہمی آپ کو وراثت میں ملی

آپ ؓ بزرگوں جیسی سنجیدہ اور علماء کی طرح باوقار تھیں

ساجدہ کوثر نعیمی (دینہ جہلم)

نام ونسب:

حفصہ نام، قریش کے خاندان عدی سے تھیں۔

نسب نامہ یہ ہے۔

حفصہ بنت عمر فاروق بن خطّاب بن نفیل بن عبدالعزّیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرطہ بن زراح بن عدی بن کعب بن لؤیء۔ آپ کی والدہ کا نام حضرت زینب بن مظعون رضی اللہ عنہا تھا، جو بڑی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ عظیم المرتبت صحابی حضرت عثمان بن مظعون حضرت حفصہؓ کے ماموں اور فقیہ اسلام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ انکے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ آپ کا سارا خاندان تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے ساتھ ہی اہل ایمان کی حسین وجمیل اور مقدس ومطہر صف میں شامل ہو چکا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ چھ سن نبوی میں نور اسلام سے بہرہ ور ہوئے اور اس دن ان کے تمام اہل خانہ اس دولت سے سرفراز ہوئے اس وقت سیدہ حفصہ بنتِ عمرؓ کی عمر دس برس تھی۔

حضرت حفصہؓ کا نکاح:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جب سن شعور کو پہنچیں تو آپ کا نکاح قریبی عزیز حضرت خنیس بن حذافہ سے کر دیا گیا۔

حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے اور السابقون الاوالون کا تاج ان کے سر کو زیب دیتا ہے کیونکہ انھیں بھی دو دفعہ ہجرت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک حبشہ کی طرف اور ایک مدینہ الرسول کی طرف۔ بدر کے غزوہ میں شامل ہوئے۔ غزوہ احد میں بھی شامل ہوئے اور داد شجاعت دیتے ہوئے شدید زخمی ہوگئے اور پھر زخمی حالت میں مدینہ منورہ میں گھر پر ہی علاج اور مرہم پٹی ہوتی رہی مگر کوئی بھی علاج کارگر نہ ہوا وقت اجل آ چکا تھا آپ وصال فرما گئے۔ (اناللہ واناالیہ راجعون)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو آپ کے والدین کو پھر انکو رشتہ ازواج میں منسلک کرنے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بہت غور وفکر کے بعد اپنے ہر دلعزیز دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو آپ نے انکار کر دیا چونکہ وہ راز دار اسرار نبوتؐ تھے مگر حضرت عمر فاروق کو آپ کا اعراض ناگوار گزرا پھر دھیان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف گیا کیونکہ آپکی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول بدر کے موقع پر انتقال فرما گئیں تھیں۔ ان سے بات ہوئی تو انھوں نے غور وفکر کے لیے کچھ مہلت مانگی اور تقریباً ایک ماہ کے بعد انہوں نے بھی معذرت کر لی۔

اس صورتحال پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت دل برداشتہ ہوئے کہ بظاہر کوئی رکاوٹ بھی نہیں نظر آتی اس کے باوجود دونوں ساتھی خاموش ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دبے لفظوں میں ذکر چھیڑا اور دونوں صحابہ کا نام بھی لیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زخمی دل کو مرہم لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا عمر دلبرداشتہ نہ ہو۔ حفصہ سے وہ شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان اس سے شادی کرے گا جو حفصہ سے بہتر ہے۔

حضرت عمر فاروق کے لیے اشارہ ہی کافی تھا آپ کے مغموم دل میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی کہ میری بیٹی حفصہ خاتم الانبیاء صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں آئے گی۔ ام المومنین کا شرف پا کر پوری دنیا کے انسانوں کے لیے عقیدتوں کا مرکز بن جائے گی۔

اسی خوشی اور مسرت میں اٹھے گھر جا رہے تھے راستے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ انھوں نے عمر فاروق کو خوش دیکھا تو بات شروع ہونے سے پہلے خود ہی مبارک باد دیتے ہوئے اپنی طرف سے معذرت خوانہ انداز میں کہا میرے علم میں تھا کہ حفصہ عقد مصطفویﷺ میں آنے والی ہیں۔ اس لیے اس سلسلے میں کچھ اپنے لیے کہنا مناسب نہیں تھا اور اسرار نبوت سے قبل از وقت پردہ کشائی بھی مناسب نہ تھی اس لیے خاموش رہا۔ حضرت عمر فاروقؓ پہلے ہی خوشیوں سے سرشار تھے دل میں پیدا ہونے والے دل کے غبار کو دھو چکے تھے۔ یوں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات میں شامل ہوکر ام المومنین ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

جب سیدہ حفصہؓ حضور اکرمﷺ کی زوجیت سے سرفراز ہوئیں تو دو ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے سے موجود تھیں۔ ایک سیدہ حضرت سودہ بنت زمعہؓ اور دوسری سیدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ۔

مسجد نبوی سے متصل ہی حضرت حارثہ بن نعمانؓ کے مکانات تھے جب رسالت مآبﷺ کسی خاتون کو شرفِ زوجیت سے نوازتے تو وہ اپنا مکان خالی کردیتے تھے اس طرح انہوں نے یکے بعد دیگرے تمام مکانات اپنے محبوب آقاﷺ کی نذر کردیئے تھے۔ ان میں چار مکان تو کچی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے اور پانچ مکان گارے اور کھجور کی شاخوں کے تھے۔ شادی کے بعد حضرت حفصہؓ کو جس مکان میں رکھا گیا، وہ مشرق جانب تھا۔ حضرات شیخینؓ کے باہمی قریبی تعلقات کی وجہ سے امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ بھی ایک دوسرے سے بہت قریب تھیں۔

مکہ مکرمہ کے چند خاندانوں میں حضرت عمر فاروقؓ کا خاندان بھی تھا جو تعلیم یافتہ تھا۔ فصاحت وبلاغت انکے گھر کی لونڈی تھی۔ معاملہ فہمی اور قوت فیصلہ اور تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت ان کے خاندان کو خصوصی ودیعت فرمائی گئی تھی اور یہ تمام صفات حضرت حفصہؓ کو اپنے خاندان اور باپ سے وراثت میں ملیں تھیں۔

حفاظتِ قرآن اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا:

قرآن پاک وقفے وقفے سے نازل ہوا تھا۔ حضور نبی اکرمﷺ نے اپنی حیات مقدسہ کے دوران ہی اس بات کا اہتمام فرمادیا تھا کہ جونہی آیاتِ مبارکہ نازل ہوئی تھیں، انہیں متعلقہ سورت میں شامل کرکے احاطہ تحریر میں لایا جائے۔ دوسرے کاتبانِ وحی کے علاوہ یہ ذمہ داری سیدہ حفصہؓ کے بھی سپرد تھی کیونکہ وہ لکھنا سیکھ چکی تھیں لہذا سرورِ کونینﷺ کی ہدایت کے مطابق نازل شدہ آیاتِ مبارکہ کو اپنے پاس موجود قرآنی نسخے میں درج کرلیتی تھیں۔ سیرت نگاروں کے کے مطابق رسولِ عربیﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی قرآن مجید کے تمام کتابت شدہ اجزاء یکجا کرا کے اپنی زوجہ اطہر سیدہ حفصہؓ

کے پاس رکھوا دیئے تھے جو تاحیات ان کے پاس رہے۔

معلم حکمت و دانش حضور صل اللہ علیہ والہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد خلافت ابو بکر کے دور میں نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کے فتنوں میں یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ قرآن مجید کی حفاظت کے حوالے سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے۔ صدیق اکبرؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے مشورہ کر کے مختلف اوراق کتابت جمع کیے اور صحیح ترین نسخہ کی حفاظت کے لیے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب ہوا، حضرت سیدنا عثمان غنی کے خلافت کے دور میں اسلام عرب سے نکل کر عجم تک پہنچ چکا تھا عجمی مسلمانوں کے تلفظ طرز ادائیگی اور عربی سے ناواقفیت کی بنا پر ممکن تھا کہ لاشعوری طور پر اس کے لہجے میں فرق پڑ جاتا اس لئے عہد عثمانی میں صحابہ کا ایک بورڈ اور کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے تحقیق و تصدیق سے کام لیتے ہوئے قرآن پاک باقاعدہ ایک کتابی شکل میں ترتیب دیا اور اس کام کے لئے وہی نسخہ بنیاد بنا جو حضرت حفصہؓ کے پاس تھا ان سے وہ نسخہ لے کر اس تحقیقی بورڈ کی حتمی رائے قائم کر کے سرکاری مہر کے ساتھ مختلف نسخے تیار کر دیے گئے اور سرکاری تصدیقی مہر کے ساتھ بلادِ اسلامیہ تک پہنچا دیے گئے یوں قیامت تک کے لئے اسی فتنے کا بچاؤ کا بہترین انتظام ہو گیا یہ اعزاز بھی ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ بنت سیدنا عمر فاروق زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے میں آیا۔

عادات و اطوار:

آپؓ احسن طریقے سے عبادت کیا کرتی تھیں، کثرت صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ ابن سعد نے ان کی عبادت کے متعلق لکھا ہے وہ (یعنی حفصہ رضی اللہ عنہا) صائم النہار اور قائم اللیل تھیں۔ دوسری روایت میں ہے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال کے وقت تک صائمہ تھیں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار تھیں وہ گوشہ نشین اور پرہیز گار خاتون تھیں اور ان کا یہ حال تھا کہ اشد ضرورت کے بغیر کبھی گھر سے باہر قدم نہیں نکالا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا اگرچہ اس زمانے میں جب آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں داخل ہوئیں بالکل جوان تھیں مگر آپ رضی اللہ عنہا میں بزرگوں جیسی سنجیدگی اور علماء اسلام جیسا وقار تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا زیادہ وقت تلاوت قرآن پاک میں صرف ہوتا۔ آپ اس کی باریکیوں کو سمجھتیں ان پر غور فرماتیں اور جو نقطہ سمجھ میں نہ آتا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وضاحت طلب کرتیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سخاوت کی دولت سے بھی مالا مال تھیں جو مال آتا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے خوشی محسوس کرتیں یہاں تک کہ اپنی جائیداد بھی وفات کے وقت اللہ عزوجل کی راہ میں صدقہ کر دی۔

آپؓ سے ساٹھ (۶۰) احادیث منقول ہیں جو انہوں نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت عمر فاروقؓ سے سماعت فرمائی تھیں، ان میں سے چار متفق علیہ ہیں، چھ صرف صحیح مسلم شریف میں ہیں اور باقی پچاس احادیث کی مختلف کتب میں ہیں۔

روایات میں ہے کہ عرب کے مشہور مقرر اور شعلہ نوا خطیب مردوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ بن عبداللہ، حضرت حارثہ بن وہاب، حضرت عبدالرحمٰن بن حارث اور عورتوں میں حضرت امام مبشرہ انصاریہ اور صفیہ بنت ابی عبیدہ حضرت سیدہ حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا کے شاگرد تھے اور 60 احادیث مبارکہ آپ سے مروی ہونا آپ کے گہرے مطالعہ لگن کا بین ثبوت ہے۔

سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت سیدہ حفصہ کا مدینہ منورہ میں 60 سال کی عمر میں وصال ہوا آپ کی نماز جنازہ مروان بن حکم نے پڑھائی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میت مبارکہ جنت البقیع تک لے کر گئے حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عاصم بن عمر اور سالم بن عبد اللہ اور حضرت حمزہ قبر میں اترے اور آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

☆☆☆☆☆

فقہ النساء

اعضاء کی خرید وفروخت ممنوع ہے

ہم اپنی جان کے امین ہیں مالک نہیں

پلاسٹک سرجری بقدر ضرورت اور جرم کے سراغ کیلئے پوسٹ مارٹم جائز ہے

مفتی عبدالقیوم ہزاروی

سوال: اسلام میں جسم کے اعضاء کی خرید وفروخت حرام ہے، کیا جان بچانے کے لیے گردے خرید سکتے ہیں؟

جواب: انسان اپنے اعضاء کا امین ہوتا ہے لیکن مالک نہیں ہوتا، لہٰذا کوئی شخص اپنے اعضاء بیچنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس بناء پر جسمانی اعضاء کی خرید وفرخت جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا مالی تنگی یا ضرورت کی وجہ سے گردے فروخت کیے جا سکتے ہیں؟

جواب: مالی تنگی اور ضرورت کی بناء پر بھی کوئی شخص گردے فروخت نہیں کرسکتا۔ ایسا عمل جائز نہیں ہے۔

سوال: آج کل جگر کے کچھ حصے بھی مریض کو دیئے جا رہے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب: مستند ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ جگر کا چھوٹا سا ٹکڑا کسی مریض کو ڈونیٹ کرنے کی وجہ سے ڈونر کی صحت میں خرابی پیدا نہیں ہوتی جبکہ دوسری طرف کسی مریض کی جان بچ جاتی ہے۔ لہٰذا یہ عمل جائز ہے۔

سوال: وفات کے بعد کون سے اعضاء دوسرے لوگوں کو دیئے جا سکتے ہیں؟ مثلاً گردے، آنکھیں وغیرہ۔

مالی تنگی اور ضرورت کی بناء پر بھی کوئی شخص گردے فروخت نہیں کرسکتا۔ ایسا عمل جائز نہیں ہے

جواب: ہم اپنی جان کے امین ہیں مالک نہیں ہیں جبکہ عطیہ اپنی ملکیت سے کیا جاتا ہے۔ دنیا جنگوں سے ماری ہوئی اور حادثات سے چور چور ہے کسی کو ٹانگ کی ضرورت ہے، کسی کو بازو کی، کسی کو آنکھ کی ضرورت ہے، کسی کو گردوں کی، کسی کو ہڈی کی ضرورت ہے اور کسی کو ناک، کان، انگلی،

انسان اپنے اعضاء کا امین ہوتا ہے لیکن مالک نہیں ہوتا، لہٰذا کوئی شخص اپنے اعضاء بیچنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس بناء پر جسمانی اعضاء کی خرید وفرخت جائز نہیں ہے

پنڈلی، ران، پسلی، دل، گردہ، جگر، پھیپھڑے، دماغ کی۔ مستقبل کا نقشہ یوں سامنے آتا ہے کہ جونہی کوئی شخص قدرتی یا حادثاتی موت مرا ضرورت مندوں کی لائن لگ جائے گی۔ ریڑھ کی ہڈی کے مہروں کا ناکارہ ہونا اور درد کمر تو عام ہوگیا ہے جس احساس ہمدردی نے جسم کے ایک حصہ کو عطیہ کرنے پر آمادہ کیا ہے وہ باقی ضرورت مندوں کی قطار پر ترس کھا کر دیگر اعضاء بھی عطیہ کرسکتا ہے یہاں تک کہ دفنانے کفنانے کے لئے شاید ہی چند بوٹیاں ہڈیاں بچیں۔ جبکہ اسلام نے کسی میت یہاں تک کہ میدان جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے کافر و

اسلام نے کسی میت یہاں تک کہ میدان جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے کافر و مشرک کی لاش کو بھی مثلہ کرنے سے منع کیا ہے

مشرک کی لاش کو بھی مثلہ کرنے سے منع کیا ہے کہ اس کے ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، دل، گردہ، پھیپھڑے چیرے پھاڑے جائیں اور لاش کی بے حرمتی کی جائے۔ جیسا کہ حضرت عدی بن ثابت ﷺ نے بیان کیا کہ میں نے عبد اللہ بن یزید ﷺ کو سنا کہ نبی کریم ﷺ نے:

أَنَّهُ نَهَى عَنِ النُّهْبَةِ وَالْمُثْلَةِ.

چھینا چھپٹی کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(بخاری، الصحیح، کتاب الذبائح والصید، باب ما یکرہ من المثلة والمصبورة والمجثمة، ۵: ۲۱۰۰، رقم: ۲۱۹۷، بیروت: دار ابن کثیر الیمامة)

لہٰذا میرے نزدیک کسی کا اپنے اعضاء عطیہ کرنا جائز نہیں ہے۔

سوال: پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: میں پوسٹ مارٹم کا اصولاً مخالف ہوں میرے نزدیک یہ مختلف جرائم میں ملوث مجرمین کو سزا سے بچانے اور کیس خراب کرنے کے اسباب میں ایک اور اضافہ ہے۔ پہلے یہ کام پولیس کے دباؤ، رشوت اور ناجائز سفارش کے ذریعہ کیا جاتا تھا اب ڈاکٹر اور سرجن بھی حصہ دار بن گئے ہیں اعتراف جرم اور گواہی کے فطری، سادہ اصولوں سے جرم و سزا کا جو عادلانہ تصور تھا، میڈیکل رپورٹ نے اس سے اونچی حیثیت لے لی ہے ساری دنیا گواہی دیتی رہے کہ فلاں نے فلاں کو فلاں آلہ سے قتل کیا ہے مگر ڈاکٹر چاہے تو کہہ دے کہ مقتول دل کا مریض تھا، بلڈ پریشر کا مریض تھا قاتل نے

پلاسٹک سرجری بقدر ضرورت جائز ہے

فائرنگ کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ مریض ہارٹ اٹیک سے مر گیا اور گولیاں مرے ہوئے مردے کو لگیں جو موت کا باعث نہ بنیں پس فائرنگ کرنے والا بے قصور، بری الذمہ بے گناہ ہے یہ قاتل نہیں قصاص و دیت کا کیا جواز رہ گیا؟ ہاں اگر گواہی بھی نہیں، اعتراف جرم بھی نہیں اور شک ہے کہ مرنے والے کو زہر دے کر مارا گیا ہے تو آلات جدیدہ اور جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرکے بقدر ضرورت معدہ یا دوسرے مقام سے جسمانی اجزاء بغیر مثلہ کئے حاصل کئے جاسکتے ہیں لیکن میڈیکل کے سٹوڈنٹس کے پریکٹیکلز کی خاطر میت کا حلیہ بگاڑنا کسی صورت جائز نہیں یہاں تک کہ لڑنے والے کافر و باغی کو قتل کرنے کا حکم تو ہے مگر اس کے مختلف اعضاء کو چیرنے پھاڑنے اور میت کا مثلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

شک ہے کہ مرنے والے کو زہر دے کر مارا گیا ہے تو آلات جدیدہ اور جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرکے بقدر ضرورت معدہ یا دوسرے مقام سے جسمانی اجزاء بغیر مثلہ کئے حاصل کئے جاسکتے ہیں

سوال: پلاسٹک سرجری کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: پلاسٹک سرجری بقدر ضرورت جائز ہے۔ مثلاً چہرے پر چوٹ، زخم یا کسی اور وجہ سے بنے بدنما داغ دھبوں کو ختم یا مدہم کرنے کے لیے جائز ورنہ ناجائز ہے۔

سوال: فقہ کا اصول ہے، ضرورت ممنوع کو جائز کر دیتی ہے۔ اس کا اطلاق کہاں پر ہوگا؟ کیا زندگی بچانے کے لیے یا کسی بھی جگہ؟

جواب: حالت اضطرار یا اکراہ میں جان بچانے یا اعضاء بچانے کے لیے یا عزت بچانے کے لیے، اس قاعدہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

[آپ کی صحت]

ذیابیطس کا علاج غذا اور ورزش ہے

ذیابیطس کے خطرے کا شکار افراد کو HBA1 ٹیسٹ لازمی کروانا چاہیے

پیاس لگنا، وزن میں غیر معمولی کمی، تھکاوٹ کا احساس ابتدائی علامات ہیں

مریض آئل کا استعمال، مٹھاس اور بیکری آئٹمز سے مکمل اجتناب کریں

وشاء وحید

ذیابیطس ایک میٹابولک مرض ہے جو اس وقت دنیا میں ایک وباء کی طرح پھیل رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ذیابیطس اصل میں ہے کیا؟ کیسے ایک صحت مند انسان اس کا شکار ہوجاتا ہے اور اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے۔ یہ ایک بار اس مرض میں مبتلا ہونے کے بعد انسان صحت مند زندگی کیسے گزار سکتا ہے؟

ہم جو غذا استعمال کرتے ہیں اس کا بیشتر حصہ گلوکوز یا شوگر میں تبدیل ہوجاتا ہے جسے ہمارا جسم توانائی میں تبدیل کرکے مختلف کاموں کے لیے استعمال کرتا ہے۔ ذیابیطس کے مرض میں یہ شوگر یا گلوکوز توانائی میں تبدیل ہونے کے بجائے خون میں غیر معمولی سطح اختیار کرلیتی ہے۔ ذیابیطس دو اقسام کا ہوتا ہے۔ ا۔ ذیابیطس ٹائپ 1، ۲۔ ذیابیطس ٹائپ 2

ذیابیطس ٹائپ 1:

اس قسم میں انسولین جو کہ جسم میں موجود گلوکوز کو توانائی میں بدلنے اور بلڈ شوگر لیول معمول پر رکھنے میں مدد دیتی ہے وہی نہیں بنتی۔ ہمارے جسم کے اپنے دفاعی آرگنز انسولین بنانے والے خلیے پر حملہ کردیتے ہیں۔ اس صورت میں مصنوعی انسولین کا استعمال لازمی ہوجاتا ہے۔ ذیابیطس کی اس ٹائپ سے 5-10% عوام متاثر ہوتی ہے اور زیادہ تر یہ پیدائشی طور پر یا موروثی بیماری کے طور پر ہوتی ہے۔

ذیابیطس ٹائپ 2:

ذیابیطس کی اس قسم میں جسم کے اندر انسولین بنتی تو ضرور ہے مگر یا تو اس کی مقدار کافی نہیں ہوتی اور اس مرض کے لاحق ہونے کے نتیجے میں جسم انسولین کے اثرات پر ردِعمل کی صلاحیت سے محروم ہوجاتا ہے۔ یہ ذیابیطس کی سب سے عام قسم ہے اور 90% افراد کو اس کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کا علاج غذا اور ورزش وغیرہ پر توجہ مرکوز کرکے کیا جاسکتا ہے اور کم عرصے تک انسولین کے بغیر اس پر قابو پایا جاسکتا ہے مگر آج کل کے ناقص طرز زندگی کے نتیجے میں یہ شروع ہی سے مریض کو مصنوعی انسولین کا محتاج کردیتی ہے۔

پری ذیابیطس کیا ہے؟:

ایسے تمام افراد جن کو ذیابیطس ہوجانے کا خطرہ لاحق ہو وہ ایک طرح سے پری ذیابیطس کی Condition میں اور اس کی Confirmation کے لیے ان تمام افراد کو HbA1 کا ٹیسٹ لازمی کروانا چاہئے۔

کن لوگوں کو پری ذیابیطس کا ٹیسٹ کروانا چاہئے؟

ا۔ جن کی عمر پینتالیس سال سے زیادہ ہو۔

۲۔ ان کے خاندان کے لوگوں کو ذیابیطس ہو۔

۳۔ ایسی خواتین جن کو حمل کے دوران ذیابیطس ہوگئی ہو۔

۴۔ ایسے مریض جن کو ہائی بلڈ پریشر یا کولیسٹرول کے زیادہ

ہونے کی شکایت ہو۔

پری ذیابیطس کے بروقت علاج سے ذیابیطس سے بچ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کھانے پینے میں احتیاط باقاعدگی سے ورزش اور دوائیوں کے استعمال سے یہ بیماری درست ہوسکتی ہے۔ پانچ سے سات فیصد وزن میں کمی کرنے سے بھی آپ پری ذیابیطس کو ذیابیطس میں تبدیل ہونے سے روک سکتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ ذیابیطس کی بیماری کو کچھ سال ہوجائیں تو اس کو کنٹرول تو کرسکتے ہیں لیکن اس سے چھٹکارا نہیں پایا جاسکتا اس لیے پری ذیابیطس کا نام سن کر پریشان نہ ہوں۔ یہ ایک نہایت قیمتی موقع ہے جس کے علاج اور احتیاط سے آپ ذیابیطس سے بچ سکتے ہیں۔

ابتدائی علامات:

ذیابیطس کی ابتدائی علامات بہت ہلکی ہوتی ہیں اور جب تک آپ اس کے ٹیسٹ نہیں کرائیں گے تو آپ اس سے لاعلم رہیں گے اور اسی وجہ سے لاکھوں مریض ایسے ہیں جو ذیابیطس کا شکار ہوتے ہیں مگر سالہا سال اس کی تشخیص نہ ہونے کی وجہ سے اور بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ ذیابیطس کی علامات میں مندرجہ ذیل علامات شامل ہیں۔ ان علامات کو اپنے اندر محسوس کرنے کی صورت میں فوری طور پر ٹیسٹ کروائیں اور احتیاطی تدابیر پر عمل شروع کریں۔

۱۔ عام معمول سے زیادہ پیاس لگنا

۲۔ بار بار پیشاب کی حاجت محسوس ہونا

۳۔ وزن میں غیر معمولی کمی ہونا

۴۔ جسم میں تھکاوٹ کا محسوس ہونا

ذیابیطس اور خوراک:

سب سے بڑی افواہ ذیابیطس کو لے کر یہ ہے کہ ذیابیطس چینی کھانے سے ہوتی ہے اور محض خوراک میں چینی کم کرنے سے اس کا علاج ممکن ہے اور اسی کی بنیاد پر یہ جملہ صرف عام بن چکا ہے کہ "ہم تو بالکل چینی استعمال نہیں کرتے پھر بھی شوگر کنٹرول میں نہیں آتی" یہ بات سمجھنے کی ہے کہ ذیابیطس خون میں گلوکوز کی غیر معمولی مقدار کی وجہ سے ہوتا ہے چینی کی غیر معمولی مقدار کی وجہ سے نہیں۔ چینی گلوکوز کے بہت سارے ذرائع میں سے صرف ایک ذریعہ ہے۔ گلوکوز تو ہمیں اناج وسبزیوں، پھلوں، دودھ سے بھی ملتا ہے۔ اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنے اوپر یہ تمام اشیاء حرام کرلیں اور فاقوں پر آجائیں۔ ذیابیطس میں جو سب سے اہم چیز ہے وہ کھانے اور انسولین لگانے کے وقت کی اور کھانے کی مقدار ہے۔ ذیابیطس کا سن کر ہی عام آدمی کے ذہن میں آتا ہے کہ اب تو وہ شخص کسی جان لیوا بیماری میں مبتلا ہوگیا ہے اور بہت ساری قدرت کی کھانے پینے کی اشیاء سے لطف اندوز ہونے سے محروم رہ جائے گا۔ زندگی کے ہر بڑھتے سال کے ساتھ اس کے جسم کا کوئی نہ کوئی عضا کام کرنا چھوڑتا جائے گا حالانکہ یہ ایک نہایت غلط سوچ ہے۔ اگر ذیابیطس کی تشخیص ہونے پر طرز زندگی کو بہتر کرلیا جائے اور کھانے کو ماہر غذایات کی بتائی ہوئی مقدار میں ہی کھایا جائے اور شوگر کا مریض ہر قدرتی نعمت کھاسکتا ہے اور شوگر ہونے کے باوجود تاحیات نارمل زندگی گزار سکتا ہے۔

ذیابیطس میں مبتلا لوگوں کے لیے خوراک کے مناسب سرونگ:

گوشت (مرغی، مچھلی، چھوٹا، بڑا) ایک وقت میں 3 اونس یعنی مٹھی بھر لے سکتے ہیں۔ دن میں ایک انڈا اور 1/3, 1/4 کپ مٹر، لوبیا، دالیں وغیرہ لے سکتے ہیں۔

دودھ، دہی دن میں ایک سے دو مرتبہ 1 کپ کی مقدار میں لے سکتے ہیں۔

پھلوں میں خاص طور پر آم، انگور، تربوز کی مقدار کا خاص خیال رکھیں ایک مٹھی سے زیادہ نہ کھائیں۔ دن میں 1-2 مرتبہ ایک مٹھی یا ایک درمیانے سائز کا پھل لیا جاسکتا ہے۔

پورے دن میں 3-2 مرتبہ سے زیادہ آئل استعمال نہ کریں اور اس میں بھی 1 کھانے کے چمچ سے زیادہ استعمال کرنے سے پرہیز کریں۔

نوڈلز یا دلیہ یا چاول 1/2 کپ سے زیادہ نہ کھائیں۔ اس کے علاوہ ایک وقت میں ایک روٹی کھائیں۔ بسکٹ وغیرہ سے پرہیز کریں اور اگر کھائیں تو 3-2 سے زیادہ نہ کھائیں۔

☆☆☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

قائد ڈے تقریب مرکزی سیکرٹریٹ:

مرکزی منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام کانفرنس ہال میں قائد ڈے تقریب کا انعقاد کیا گیا جس میں محترم ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈا پور، محترم بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد، محترمہ ڈاکٹر نوشابہ، صدر ویمن لیگ فرح ناز، ناظمہ سدرہ کرامت اور مرکزی ٹیم اور لاہور کی سطح پر عہدیداران نے شرکت کی۔

محترم ناظم اعلیٰ نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایسے سکالر ہیں جن کا تحقیقی کام بین الاقوامی معیار پر پورا اترتا ہے ان کے کام پر دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں پی ایچ ڈی ہورہی ہے۔

محترم بریگیڈیئر اقبال احمد نے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے 8 جلدوں پر مشتمل قرآنی انسائیکلو پیڈیا کو دنیا بھر میں پذیرائی مل رہی ہے۔ ان کا علمی و تحقیقی کام کسی مسلک، فرقہ اور طبقے کے لیے نہیں بلکہ انسانیت اور علم اسلام کے لیے ہے۔

صدر ویمن لیگ فرح ناز نے استقبالیہ کلمات ادا کئے۔ شرکاء محفل کا شکریہ ادا کیا۔ تقریب کے اختتام پر شیخ الاسلام کی سالگرہ کا کیک کاٹا گیا۔ شیخ الاسلام کی درازی عمر کے لیے دعائیہ کلمات ادا کئے۔

تنظیمی وزٹ (ڈیرہ اسماعیل خان):

محترمہ ام حبیبہ منہاجین اور زونل ناظمہ ریسٹ آف پاکستان نے ڈیرہ اسماعیل خان کا وزٹ کیا اور اپنی بھرپور محنت اور علاقائی ویمن لیگ کے تعاون سے زبردست اہداف حاصل کئے جو کہ متعین کردہ اہداف سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ موصوفہ نے پہاڑ پور، لاڑ شریف، پنیالا، رنگ پور، ڈھلہ، پیزو کا وزٹ کیا۔ جس میں 55 تا حیات رفقاء حاصل کیے۔ اس وزٹ کے دوران لاڑ شریف میں 8 لائف ممبرز اور پانچ حلقات درود، پہاڑ پور کی یونین کونسل پنیالا میں 8 لائف ممبرز کے ساتھ یونین کونسل کی تنظیم سازی کی گئی۔

اس کے علاوہ ڈی جی خان سٹی میں 23 لائف ممبرز، 33 حلقات درود اور پیزو میں حلقہ درود کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں 2 لائف ممبرز، 3 حلقات درود اور پہاڑ پور کی یونین کونسل کوٹلہ لودھیان میں 15 حلقہ درود کا قیام عمل میں لایا گیا۔

کتاب میلہ گوجرانوالہ:

منہاج القرآن ویمن لیگ گوجرانوالہ کے زیر اہتمام سہ روزہ کتاب میلہ منعقد کیا گیا جس میں مرکزی ناظم منہاج القرآن محترم محمد رفیق نجم، مرکزی ڈائریکٹر میڈیا محترم نوراللہ صدیقی، مرکزی صدر ویمن لیگ محترمہ فرح ناز، مرکزی ناظمہ سدرہ کرامت، مرکزی زونل نگران عائشہ مبشر اور مرکزی ناظمہ MSM زینب ارشد، ناظم گوجرانوالہ عمران علی ایڈووکیٹ، صدر بار کونسل اسلام جوڑا، ایس پی سٹی عبدالقیوم گوندل، وائس چیئرمین علی شبیر مہر جہانگیر و اصف، ضلعی ناظمہ نسرین اسلم، محترمہ حریرہ باور کے علاوہ تاجر، وکلاء اور علم دوست شخصیات نے شرکت کی۔

اس کتاب میلہ میں محترم رفیق نجم، محترم نوراللہ صدیقی نے خطاب کرتے ہوئے گوجرانوالہ کو کتاب میلہ منعقد کرنے پر مبارکباد پیش کی اور انہوں نے مزید کہا کہا کہ اس طرح کی سرگرمیاں ہوتی رہنی چاہیئے۔ اس سے لوگوں میں کتاب دوستی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر قوم میں علم حاصل کرکے اس پر عمل کرنے کا شعور بیدار ہوجائے تو قوم سے انتہا پسندی، دہشت گردی اور جہالت کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ منہاج القرآن اور ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی پہچان ہی علم دوستی ہے۔ اس کتاب میلہ کا ایس پی سٹی عبدالقیوم گوندل وائس چیئرمین علی شبیر جہانگیر واصف کے علاوہ موثر شخصیات نے وزٹ کیا۔

جہلم:

''خواتین معاشرے کا جزو لاینفک'' کے عنوان سے منہاج القرآن ویمن لیگ تحصیل جہلم کے زیر اہتمام 'خواتین کا عالمی دن'' منایا گیا۔ تقریب کا انعقاد جہلم کے مقامی ہوٹل میں کیا گیا جس میں مسز فرح ناز، مرکزی صدر منہاج القرآن ویمن لیگ نے خصوصی شرکت کی۔ دیگر مہمانان گرامی میں مسز شاہدہ شاہ(ممبر ضلع کونسل، ٹریننگ آفیسر پنجاب لوکل گورنمنٹ اکیڈمی، چیئر پرسن المرکز ویمن ونگ) ۔ڈاکٹر طیبہ (ماہر نفسیات)،شازیہ نیئر ایڈووکیٹ، عاصمہ نسیم ایڈووکیٹ، عالیہ رضا ایڈووکیٹ، شاہدہ عبداللہ (سابقہ پرنسپل گورنمنٹ کالج برائے خواتین پنڈ دادنخان)، رشیدہ بیگم (چیئر پرسن عورت فاؤ نڈیشن)، پروفیسر عفت شاکر(فزکس، گورنمنٹ کالج برائے خواتین جہلم)، تنویر فاطمہ (چیئر پرسن نیشنل اَمن کمیٹی برائے بین المذاہب ہم آہنگی ضلع جہلم)،مومنہ مہرو(صدر پنجاب ٹیچر یونین برائے خواتین جہلم)،نسرین مصطفیٰ(پرنسپل اقراء سکول سکھا جہلم)، فرزانہ اجمل (سابقہ اینکر پاکستان ٹیلی ویژن کوئٹہ سنٹر /پرنسپل منہاج ماڈل سکول جادہ جہلم)عشرت فاروق(وائس پرنسپل منہاج ماڈل سکول کالا گجراں جہلم)،مسز مریم نعیم(سابقہ ناظمہ منہاج القرآن ویمن لیگ جہلم)، ساجدہ نعیمی (ناظمہ منہاج القرآن ویمن لیگ تحصیل دینہ)ثمینہ کوثر(ٹیچر آرمی پبلک سکول جہلم)نفیسہ کرن(نائب صدر، پریس کلب تحصیل جہلم) اور سعیدہ خادم (صدر منہاج القرآن ویمن لیگ چنگ فورڈ یوکے) نے شرکت کی۔

پروگرام کا آغاز تلاوت و ترجمہ کلام پاک ہوا سے ہوا۔ ہدیہ نعت کی سعادت غوثیہ نعت کونسل نے حاصل کی جبکہ کمپیئرنگ کے فرائض مسز زین اور صبیحہ کرن نے سرانجام دیئے۔مقررین میں مسز فرح ناز (مرکزی صدر) نے اپنے خطاب میں کہا کہ اگر ہم حضرت فاطمہؓ کے راستے پر چلیں گی تب ہی معاشرے کا جزو لا ینفک بن سکیں گی۔ عورت صرف خاندان ساز نہیں بلکہ معاشرہ ساز ہے، تربیت یافتہ خاتون غیر معمولی نتائج دیتی ہے۔مسز مریم نعیم(سابقہ ناظمہ منہاج القرآن ویمن لیگ جہلم) نے کہا کہ عورت معاشرے کا وہ اہم عنصر ہے جس کی گود میں قومیں پروان چڑھتی ہیں ، اس لئے معاشرے کی تربیت اور ترقی کا انحصار عورت پر ہے۔ شازیہ نیئر ایڈووکیٹ نے کہا کہ خواتین کو اپنے حقوق کیلئے فرائض پورے کرنے چاہئیں، اپنے فرائض بیوی، بیٹی، اور ماں کے طور پر پورے کریں ۔ اپنی بیٹیوں کی اچھی تربیت کریں تو آپ کو اپنا حق کسی سے مانگنا نہیں پڑے گا۔مسز شاہدہ شاہ(ممبر ضلع کونسل، ٹریننگ آفیسر پنجاب لوکل گورنمنٹ اکیڈمی، چیئر پرسن المرکز ویمن ونگ) نے کہا کہ عورتوں کے حقوق عورتوں کے اختیار میں ہی ہیں کیونکہ نسلوں کو پروان چڑھانے میں زیادہ حصہ عورتوں کا ہی ہوتا ہے۔ جبکہ مومنہ مہرو(صدر پنجاب ٹیچر یونین برائے خواتین جہلم) نے کہا کہ عورت کو اپنے حقوق کیلئے لڑنے سے پہلے خود کو مضبوط کر لینا چاہیئے ۔حقوق مانگنے کی ضرورت تب پڑتی ہے جب وہ اپنی کمزوریاں دوسروں کو بتاتی ہے، مضبوط عورت کو حقوق دوسروں سے مانگنے نہیں پڑتے۔

☆☆☆☆☆

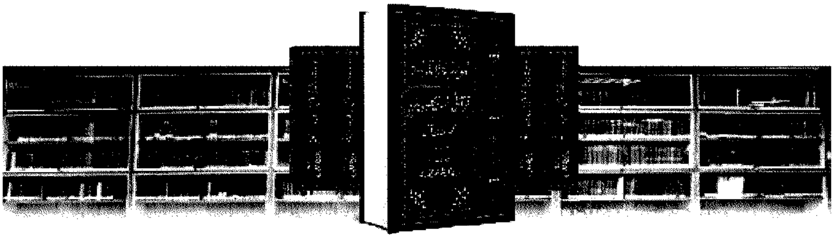

Declining culture of book reading and need for its restitution

jaweria waheed

Amongst other positive social values the culture of reading is also persistently declining leading to more intolerance and biasness in our social behaviours which is an indicator of our intellectual decay as well. Since the beginning of the 21st century, the claim that we are at 'the pinnacle of civilizatin' has been heard numerous times. It is true that the recent teachnological developments and accessibility to electronic devices is unprecedented, yet this has resulted in the decline of one thing that according to historians made our civilization; Reading.

Most people around us, especially youngsters, are gradually losing interest in reading; whether it is reading a newspaper, a simple magazine or a book. Indeed, the very place that reading occupies in our society appears to be shrinking. According to some people, it is teachnology that is to be blamed for this as they believe that various electronic devices and the subsequent explosion of social media have all contributed directly or indirectly towards this decline by making it more and more difficult for people to 'find time' to read. Viewed from a different perspective, others argue that the decline in reading is a reflection of the decline in the value of education as a status symbol. The root of the problem turning ours into a non-reading society lies in our flawed education system. The fallacious curriculum doesn't offer any room for general reading and creative writing. Teachers just following the syllabus are rarely found motiviating students towards general reading to acquire in-depth knowledge. As a result, most of the students are turned exam-oriented. They never read to develop indeas and expand the horizons of their vision but just to get through their papers. (Brikerts,

2004)

Whatever be the reason that lies behind this decline, it is crucial that the current trend be reversed for as Neil Postman once wrote in his book "Amusing Ourselves to Death". which was about the repercussions of a decline in reading- "a mode of thinking is being lost." For this to happen, it is essential that children be encouraged to read from a young age. if instilled from an early age, this habit of reading might then remain throughout their lifetime. In the same line of thought, it is important that academic institutions join the battle by not only providing books to students but by making a wide variety of books available in order to appeal to the different interests students might hold. Simultaneously, library classes should be monitored to ensure that students are not only 'turning pages' but actually reading. Moreover, the tradition of reading can be revived if we make effective use of technology by promoting online reading materials and by setting up online book clubs. Whatever be the method used, it is urgent that the decline in the reading culture be reversed at the earliest possible for the importance of reading cannot be overstated. (Dickinson, Griffith, Golinkoff & Hirsh-Pasek, 2012)

Information has value, and the right information has enormous value. For all of human history, we have lived in a time of information scarcity, and having the needed information was always important, and always worth something: when to plant crops, where to find things, maps and histories and stories- they were always good for a meal and company. Information was a valuable thing, and those who had it or could obtain it could charge for that service.

In the last few years, we've moved from an information-scarce economy to one driven by an information glut. According to Eric Schmidt of Google, every two days now the human race creates as much information as we did from the dawn of civilization until 2003. That's about five exobytes of data a day, for those of you keeping score. The challenge becomes, not finding that scarce plant growing in the desert, but finding a specific plant growing in a jungle. We are going to need help navigating that information to find the thing we actually need. (Collins, 2010)

Libraries are places that people go to for information. Books are only the tip of the information iceberg; they are there, and libraries can provide you freely and legally with books. More children are borrowing books from libraries than ever

before- books of all kinds: paper and digital and audio. But libraries are also, for example, places that people, who may not have computers or internet connections, can go online without paying anything: hugely important when the way you find out about jobs, apply for jobs or apply for benefits is increasingly migrating exclusively online. Librarians can help these people navigate that world.

I do not believe that all books will or should migrate onto screens: as Douglas Adams once pointed out, more than 20 years before the Kindle turned up, a physical book is like a shark. Sharks are old: there were sharks in the ocean before the dinosaurs. And the reason there are still sharks around is that sharks are better at being sharks than anything else is. Physical books are tough, hard to destroy, bath-resistant, solar-operated, feel good in your hand: they are good at being books, and there will always be a place for them. They belong in libraries, just as libraries have already become places you can get access to ebooks, and audiobooks and DVDs and web content. (Brikerts, 2004)

A library is a place that is a repository of information and gives every citizen equal access to it. Litercay is more important than ever before, in this world of text and email, a world of written information. We need to read and write, we need global citizens who can read comfortably, comprehend what they are reading, understand nuance, and make themselves understood.

Libraries really are the gates to the future. So it is unfortunate that, round the world, we observe local authorities seizing the opportunity to close libraries as an easy way to save money, without realizing what they are stealing from the future to pay for today. They are closing the gates that should be open. (Collins, 2010)

Books are the way that we comminicate with the dead. The way that we learn lessons from those who are no longer with us, that humanity has built on itself, progressed, made knowledge incremental rather than something that has to be relearned, over and over. There are tales that are older than most countries, tales that have long outlasted the cultures and the buildings in which they were first told. Reading has been shown to put our brains into a pleasureable trance-like state, similar to meditation, and it brings the same health benefits of deep relaxation and inner clam. Regular readers sleep better, have lower stress levels, higher self-esteem, and lower rates of depression than non-readers.

(Dickinson, Griffith, Golinkoff & Hirsh-Pasek, 2012)

Albert Einstein was asked once how we could make our children intelligent. His reply was both simple and wise. "If you want your children to be intelligent," he said, "read them fairy tales. If you want them to be more intelligent, read them more fairy tales." He understood the value of reading, and of imagining. I hope we can give our children a world in which they will read, and be read to, and imagine, and understand.

In the present age of Fitna, the best way to deal with the challenges is through research. Knowledge is a beacon of light in this age of darkness. Shaykh ul Islam Dr. Muhammad Tahir ul Qadri has equated book reading with direct companionship. He stated that one can directly get into the companionship of the author by delving into the world of books.

Therefore, books not only are source of information but knowledge that illuminates our minds and souls and makes our lives purposeful. It is a high time to restitute the culture of book reading which has been lost in this age of information and technology.

References:

Brikerts, S. (2004). The Truth about Reading: It's Easy to Blame Technology for Our Younger Generation's Declining Interest in Literature. but What, if Anything, Can Be Done about It? School Liberary Journal, 50(11), 50.

Dickinson, D.K., Griffith, J.A., Golinkoff, R.M., & Hirsh-Pasek, K. (2012). How reading books fosters language development around the world. Child development research, 2012.

Collins, J. (2010). Bring on the books for everybody: How literary culture becamce popular culture. Duke University Press.☆☆☆☆☆

ڈاکٹر غزالہ حسن قادری کا دورہ (اوسلو اور فرانس)

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام Women Dignity March

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
APR-2019
LAHORE
Regd CPL No.45

تنظیمی وتربیتی کیمپ 2019ء

زیرسرپرستی

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور ڈاکٹر غزالہ حسن قادری

اہم نکات

1۔سال 2018،19 کی ورکنگ کا تنظیمی وانفرادی تناظر میں جائزہ

2۔نتیجہ خیز دعوت کے مراحل   3۔گھریلو اور تحریکی زندگی میں توازن (ٹائم مینجمنٹ)

4۔تحصیلی و یوسی سطح تک تنظیمی استحکام کیسے ممکن (تربیتی لیکچر، عملی مشقیں)

5۔اجلاس ویمن پارلیمنٹ

6۔تنظیمی ذمہ داران کی تین بنیادی نکات (یکسوئی، تسلسل (ورکنگ کو مسلسل دعوت اور گزشتہ سے پیوستہ کرنا) اور نتیجہ خیزی پر تربیت

7۔تنظیمی ذمہ داران کی اہداف کے حصول کی پلاننگ، ٹیم ورک اور نتیجہ خیزی کو یقینی بنانے پر تربیت

8۔موجودہ تنظیمی نیٹ ورک کو مستحکم کرنے کیلئے تنظیمی وانتظامی بنیادوں پر ذمہ داران کی تیاری

تمام ضلعی، تحصیلی و یوسی ذمہ داران کی شرکت لازمی ہے

ورکشاپ دورانیہ: 3اپریل 2019ء بدھ تا 7اپریل اتوار

رجسٹریشن فیس فی ذمہ دار: 1000 روپے

آغاز رجسٹریشن: 3اپریل صبح 10 بجے

قیام: منہاج تربیتی اکیڈمی (بغداد ٹاؤن دربار غوثیہ)

ریگولر کلاسز: صفہ ہال، منہاج القرآن مرکزی سیکرٹریٹ 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

Ph:042-111-140-140 Ext:158
E-mail:minhajulquranmwl@gmail.com

MinhajSisters   MinhajSistersMWL